ماہنامہ

حیاتِ نو

بسم اللہ الرحمن الرحیم

انجمن طلبہ قدیم کا ترجمان

ماہنامہ

حیات نو

جامعۃ الفلاح بلریا گنج۔ اعظم گڈھ یوپی

جمادی الاول ۱۴۰۵ھ بمطابق فروری ۱۹۸۵ء

مدیر مسئول ــــــ مطیع اللہ فلاحی مدنی

مدیر ــــــ طارق فارقلیط فلاحی

اس دائرہ میں سرخ نشان کا مطلب ہے کہ آپ کا زرتعاون ختم ہوگیا ہے۔ براہ کرم ۲۵ روپیہ ارسال کرکے مشکور فرمائیں۔

سالانہ زرتعاون ۲۵ روپیہ
فی شمارہ ۵۰۔۲ روپیہ

ترسیل زر کا پتہ: حیات نو۔ جامعۃ الفلاح بلریا گنج۔ اعظم گڈھ۔ یوپی۔ 276121

(نشاط پریس ٹانڈہ فیض آباد)

نقوشِ حیاتِ نو

			صفحہ
اداریہ	یقیں محکم، عمل پیہم، محبت فاتح عالم	ایڈیٹر	۳
بارگاہ خداوندی سے		مطیع اللہ فلاحی مدنی	۷
بارگاہ رسالت سے	فریضۂ مومن	مولانا ابوبکر اصلاحی استاد و صدر جامعہ	۸
اسوۂ صحابیہؓ	حضرت اُمّ معبد خزاعیہ ایک صحابیۂ رسول کی ایمان افروز داستان	طالب ہاشمی	۱۱
	بلندیاں جن کے لئے جھک گئیں	اختر عمران	۱۸
افکار و نظریات	اخوت انسانی اور اسلام	ابو احمد فلاحی	۱۳
	حقوق شہریت میں اسلامی مساوات کی ایک جھلک	سلطان احمد اصلاحی ادارہ تحقیق و تصنیف علیگڈھ	۱۹
	تدوین حدیث ایک مختصر جائزہ	توقیر عالم متعلم عربی ہفتم	۳۰
	حیا کا جامع تصور	مولانا فاروق ندوی	۳۹
	کمیونزم کی فکری بنیادیں	عبدالحی فاروق متعلم عربی ہفتم	۲۶
قافلۂ سخت جاں	حسن البناؒ ایک انقلاب انگیز شخصیت	طارق خار فلیط فلاحی	۲۸
	انقلاب کے چاں گسل تقاضے	سید اسعد گیلانی	۲۳
جہاں نما	بھوپال میں موت کا رقص	ٹی۔ الیف فلاحی	۳۴
تلواروں کے سائے میں	مجاہدین کے حوصلے بدستور بلند ہیں	ایڈورڈ باہر	۴۳
شعر و نغمہ	نعت	نعیم صدیقی	۱۰
	غزل	منصف مبارکپوری	۳۲
	غزل	اختر ایم۔ اے	۲۲
تعارف و تبصرہ	دعوۃ القرآن	مولانا حافظ نعیم الدین اصلاحی	۴۶
جامعہ کے لیل و نہار		حسن حبیب	۴۸

اداریہ

یقیں محکم، عمل پیہم، محبت فاتح عالم

آج سے بہت پہلے ایک انگریز مفکر برناڈ شاہ نے مذہب کے متعلق اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے کہا تھا، دنیا کے اسٹیج سے مذہب دھیرے دھیرے رخصت ہو جائیں گے کیونکہ ان کے اندر مسائل حیات کو حل کرنے کی طاقت نہیں ہے سوائے اسلام کے۔ وہی ایک ایسا مذہب ہے جو تمام مسائل کو حل کر سکتا ہے اور وہ آنے والے وقت میں ساری دنیا کا مذہب ہوگا اور ساری دنیا کا نہیں تو تین چوتھائی آبادی پر ضرور ہی چھا جائے گا

اور آج عیسائیت کی تبلیغ کے لئے جوہانسبرگ (جنوبی افریقہ) سے شائع ہونے والے ایک رسالے (دی پلین ٹروتھ) نے تمام مذاہب کے اثرات کا تجزیہ کرتے ہوئے لکھا ہے "امریکہ اور متعدد مغربی ملکوں میں گرجا گھروں اور یہودی عبادت گاہوں میں عبادت کرنے والوں کی تعداد میں تشویش ناک حد تک کمی ہوئی ہے۔ جس کی صاف وجہ بڑھتی ہوئی مادہ پرستی اور جدید دنیا میں اداروں کی شکل اختیار کردہ ان مذاہب کی ناکامی ہے۔ اس دوران امریکہ میں خاص طور پر مذہب سے بیزاری میں بڑی تیز رفتاری سے اضافہ ہوا ہے مغرب میں گرجا گھروں کے اس ابتر صورت حال کے مقابلے میں مسلم دنیا میں اس کے برعکس رجحان ہے۔ اسلام انتہائی تیزی سے پھیلنے والا مذہب بن چکا ہے ...... ملک میں ۱۹۸۰ء کی دہائی کے آخر تک دو نو مولود بچوں میں سے ایک مسلمان تھا ۱۹۹۰ء کی دہائی کے آخر تک اسلام دنیا کے پانچویں حصہ کا مذہب بن چکا ہوگا۔ یعنی دنیا کے ہر پانچ میں سے ایک مسلمان ہوگا۔ یہ اب بھی ۴۰ سے زائد ممالک کا سرکاری مذہب ہے۔ مشرقی وسطیٰ سمیت متعدد اسلامی ممالک میں اسلامی بنیاد پرست تحریک دراصل مغربی تہذیب کے اقدار کا ردعمل ہے کیونکہ یہ اقدار قرآنی تعلیمات کے خلاف ہیں اس صدی کا سب بڑا واقعہ ایران میں ہوا جہاں ۱۹۷۹ء میں شیعہ فرقہ نے ایک عظیم انقلاب برپا کیا۔

گذشتہ ۵۰ برسوں میں اسلام ۲۳۵ فیصد پھیلا۔ ۱۹۳۴ء میں دنیا میں ۲۰ کروڑ ۹۰ لاکھ ۲ ہزار مسلمان تھے جبکہ اب ستر کروڑ سے زیادہ مسلمان ہیں اس کے بعد جاپانی مذہب شنٹو مت کا نمبر آتا ہے جو ۱۵۲ فیصد پھیلا ۱۹۳۴ء میں شنٹو مت کے دو کروڑ ۵۰ لاکھ پیروکار تھے جبکہ ۱۹۸۴ء میں یہ تعداد بڑھ کر ۶ کروڑ ۳۰ لاکھ تک جا پہنچی تیسرے نمبر پر سب سے زیادہ اضافہ ہندو مت میں ہوا ہے جو ۱۱۰ فیصد ہے ۱۹۳۴ء میں ۲۳ کروڑ ہندو تھے جبکہ ۱۹۸۴ء میں ۵۰ کروڑ ہندو ہیں۔ سہ روزہ دعوت

۲۸ جون ۱۹۹۶ء

انگریز مفکر کی دور اندیشی، حالات پر گہری نظر اور اسلام کا درست انداز میں مطالعہ نیز غیر متعصبانہ ذہنیت داد کے لائق ہے اور آج حالات و واقعات اس بات کا ثبوت فراہم کرتے ہیں کہ "یہ زمانہ اپنا ہو جاتا اگر ہم غور و فکر کرتے"

دنیا کے اسٹیج پر مختلف مذاہب اور نظریے ابھرے اور ایسا معلوم ہوا کہ ساری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے لیں گے لیکن

زیادہ عرصہ نہ گزرا کہ دنیا ان کی چیرہ دستیوں سے تنگ آ گئی اور انھیں شکست و ریخت اور ٹوٹ پھوٹ سے دوچار ہونا پڑا۔

مغربی تہذیب جو ایک عرصہ تک دنیا پر چھائی رہی آج اس کی لو مدھم پڑ چکی ہے اس کو پروان چڑھانے والے اسے اپنی زندگی کا شعار بنانے والے اور اس پر پھلنے والے اس سے تنگ آ گئے ہیں اور اس کے زخم سے ان کے بدن چھلنی ہو گئے ہیں۔

مغربی تہذیب نے اپنے ماننے والوں کو سوائے مادیت انتشار، ٹوٹ پھوٹ، ذہنی خلفشار، خودغرضی اور بے اطمینانی کے کچھ نہ دیا۔ آج مغرب کا ایک لکھ پتی آدمی جس کو ہر طرح کی سہولتیں اور آسائشیں حاصل ہیں اپنے بڑھاپے کے انجام سے خائف ہے کیونکہ اس کی اولاد اس کا ساتھ چھوڑ چکی ہے

آج مغرب کا ایک کروڑ پتی جس کو زندگی کی تمام سہولتیں حاصل ہیں اپنے مستقبل کے بارے میں غیر مطمئن ہے۔ وہ نہیں جانتا کہ اس کی زندگی کا اختتام کیسے ہوگا۔

مغرب کا ایک ارب پتی اپنی جان اور اپنے مال کے بارے میں ہر وقت خائف ہے اس تہذیب نے بوڑھے باپ کا سہارا چھین لیا۔ بہن اور بھائی کا رشتہ کاٹ دیا۔ بیوی اور شوہر کو بے وفا بنا دیا۔ پیار محبت، اخوت، بھائی چارگی، انسانیت تمام قدروں کو پامال کر دیا اور ہر طرف ایک خلا پیدا کر دیا ایسی چیز کا خلا جو انھیں مادیت کے ساتھ سکون و راحت سے ہمکنار کر سکے۔

کمیونزم جو ایک طاقتور نظریہ زندگی کی حیثیت سے ابھرا اور دیکھتے ہی دیکھتے دنیا پر چھاتا چلا گیا آج خود اپنے ہی قلعہ میں مجبور و بے بس پڑا ہوا ہے۔ اولاً اس کے اتنے قالب بنائے گئے کہ خود اس کا پہچاننا ہی مشکل ہو گیا بعدہ اس کے وجود میں اتنی تبدیلیاں کی گئیں اور فی الحال کی جا رہی ہیں کہ اس کا وجود ہی مٹتا ہوا نظر آ رہا ہے۔

۳۰ اکتوبر ۱۹۸۷ء کو چین کی کمیونسٹ پارٹی نے اپنے اجلاس کے بعد ملک کے اقتصادی ڈھانچے میں اصلاحات کا فیصلہ کے عنوان سے جو اعلامیہ جاری کیا اس میں کہا کہ چین کی اشتراکیت اپنے چینی ماحول کے مطابق ہونی چاہیے صرف اسی صورت میں چین اپنی پیداواری صلاحیت بڑھا سکتا ہے۔

روس کے اندر ۱۹۱۷ء میں لینن نے جو شوخت کا نظام قائم کیا تھا اس میں کافی ڈھیل دی جا چکی ہے اور مسٹر گورباچیف کی قیادت میں اصلاح پسند طبقہ تیزی سے آگے بڑھ رہا ہے۔ پولینڈ اور ہنگری میں کافی تبدیلیاں کی جا چکی ہیں اس کو اب ایک نظریہ کی حیثیت سے مردہ ہی سمجھنا چاہیے۔ البتہ سیاسی قوت اور طاقت کے بل پر اس کی شمع کچھ دن اور ٹمٹماتی رہے گی۔

ادھر مسلم ملت کے اندر جو بیداری پیدا ہوئی ہے اور انھوں نے ایک امت وسط اور ملت خیر کی حیثیت سے اپنے آپ کو پہچانا ہے جگہ جگہ انجمن، ادارے اور تحریکیں وجود میں آئیں اور اس کی تبلیغ، اشاعت اور اس کے پیغام کو عام کرنے کی جدوجہد کی ہے جس کے نتیجے میں اسلام پوری دنیا میں ایک سوالیہ نشان بن گیا ہے۔ اور دوسری نظریہ حیات کی ستائی ہوئی زخموں سے چور جاں بلب انسانیت نظریں اٹھا اٹھا کر اس کی طرف دیکھ رہی ہے کہ شاید یہی ہمارے زخموں کا مداوی ہو۔ اب یہ تمام امت مسلمہ کا فرض ہے کہ وہ اپنے صفوں کے اندر اتحاد پیدا کرے۔ اپنے وسائل و ذرائع کو سمیٹے اور پوری قوت اور تندہی کے ساتھ اسلام کے پیغام محبت اور نظام عدل و رحمت کو عام کرے۔

تاہم اس میں سب سے اہم کردار نوجوان نسل کو ادا کرنا ہے کیونکہ ان کے پاس نئی طاقت، نئی قوت اور رگوں میں گردش کرتا ہوا گرم خون ہے۔ ان کا عزم جوان ہے ارادہ محکم اور ہمت بلند ہے۔ وہ مسلم ملت کا قیمتی اثاثہ ہیں وہ اس میں قوت عمل اور حرکت پیدا کر سکتے ہیں۔

لیکن اس کام کو ابتک جس چیز نے نقصان پہنچایا ہے وہ ہماری بے عملی ہے ہمارے ایک دوست (جن کو غیر مسلموں میں کام کا کافی تجربہ ہے) نے بتایا کہ ایک بار میں نے ایک غیر مسلم بھائی کو قرآن پڑھنے کے لئے دیا اس نے بڑے شوق اور لگن سے قرآن کا مطالعہ کیا اور مطالعہ کرنے کے بعد اس نے کہا "اب دوسرا قرآن دیجئے" انھوں نے سمجھا کہ قرآن کا دوسرا نسخہ مانگ رہا ہے اور ایک دوسرا نسخہ اس کے حوالے کیا، اس نے تھوڑی دیر الٹ پلٹ کر دیکھا پھر کہا یہ تو وہی قرآن ہے۔ میرا مقصد یہ تھا کہ جس قرآن پر آپ لوگ عمل کرتے ہیں وہ دیجئے"۔

ایک بار ایک نو مسلم سے جو تمل ناڈو کے علاقہ سے تعلق رکھتے ہیں پوچھا گیا آپ اپنے اور عام مسلمانوں کے اندر کس نوعیت کا فرق محسوس کرتے ہیں انھوں نے فوراً جواب دیا "THEY are muslims by chance but we are muslims by choice. وہ موروثی مسلمان ہیں اور ہم تحقیق و مطالعہ کے بعد مسلمان ہوئے ہیں۔

دنیا کی نگاہیں اسلام کی طرف لگی ہوئی ہیں وہ اسے قبول کرنے کے لئے تیار ہیں بشرطیکہ صحیح طور سے ہم اس کو پیش کریں اور اپنے قول و عمل سے اس کے ترجمان بن جائیں۔

آٹھواں لوک سبھا الکشن ختم ہو گیا۔ ملک کے تمام حصوں میں نوجوان راجیو گاندھی کا شاندار استقبال کیا گیا اور کانگریس آئی بہت بڑی اکثریت سے کامیاب ہو گئی ۴۰۰ سیٹوں میں سے اس کو ۴۰۰ سیٹیں حاصل ہو گئیں اور اس طرح وہ نہرو اور اندرا کے دور سے بھی آگے نکل گئی۔

کانگریس آئی نے اس سے پہلے دو لوک سبھا چناؤ میں "غریبی ہٹاؤ" اور "حکومت وہ جو کام کرے" کا نعرہ دیا تھا لیکن غریبی دور ہونے کے بجائے گرانی میں اضافہ ہوا بلکہ اس کے برعکس غریب اور غریب ہو گئے اور انتظامیہ کرپشن کا شکار ہو گئی۔ رشوت اور کام چوری بڑھ گئی آنجہانی اندرا جی کے آخری دو سالوں میں حالات بد سے بدتر ہو گئے تھے اور پورا ملک ان سے مایوس ہو گیا تھا اور یہ بات عام طور سے کہی جانے لگی تھی کہ اندرا جی اس بار الکشن نہ جیت سکیں گی لیکن قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ ۳۱ اکتوبر ۱۹۸۴ء کو اندرا جی چند سرپھرے جذباتی لوگوں کی گولیوں کا نشانہ بن گئیں اور اس طرح ملک کی ساری ہمدردیاں ان کو اور ان کی پارٹی کو حاصل ہو گئیں۔ جس کا فائدہ آٹھویں لوک سبھا الکشن میں ان کی پارٹی کو حاصل ہوا اور راجیو گاندھی اور ان کی پارٹی بڑی اکثریت سے جیت گئیں۔

اس بار کانگریس آئی نے "متحدہ ہندوستان" کا نعرہ دیا۔ یہ نعرہ حالات کا تقاضہ بھی تھا اور پرکشش بھی عوام نے اس کو سنا اور اپنے دلوں میں جگہ دی اور بیلٹ پیپر پر اس کا ثبوت فراہم کیا۔ لیکن کیا اس بار اس نعرہ پر عمل کیا جائے گا اور ملک کے اندر تشدد والا فرقہ پرستی فرقہ وارانہ رجحانات علاقائی عصبیت اور لسانی کشمکش پر قابو پالیا جائے گا؟ اس کا جواب آنے والا وقت فراہم کرے گا لیکن عوام اپنے نوجوان لیڈر کو پر امید نظروں سے دیکھ رہے ہیں اور وہ یہ توقع کر رہے ہیں کہ ملک کے اندر مثبت تبدیلیاں ہوں گی .... اور راجیو گاندھی ملک کو آگے بڑھائیں گے۔ ان کی یہ امید بے جا نہیں ہے کیونکہ راجیو سلجھے ہوئے فکر اور بے داغ کردار کے مالک ہیں اور ایسا ہی معلوم ہوتا ہے کہ انھیں اپنی ذمے داری کا احساس بھی ہے چنانچہ ۴ دسمبر ۱۹۸۴ء کو نامہ نگاروں سے بات چیت کرتے ہوئے انھوں نے کہا۔ ہمارے نزدیک دو کام فوری توجہ کے محتاج ہیں ایک فرقہ وارانہ میل ملاپ اور دوسرا انتظامیہ کو صاف ستھرا بنانا ہے"

یہ دو کام بڑے ہی اہم ہیں اگر راجیو گاندھی نے اسے انجام دے لیا تو یہ ان کا بہت بڑا کارنامہ ہوگا اور عوام انھیں ہمیشہ یاد رکھیں گے۔

راجیو گاندھی نے گفتگو میں یہ بھی کہا کہ خارجہ پالیسی میں کوئی تبدیلی نہ ہوگی۔ یہ بڑی اچھی بات ہے اور اس کو قائم اور باقی رہنا چاہئے لیکن اس کا ایک پہلو نہایت خطرناک ہے جب امریکہ، افریقہ اور مغربی ممالک کی بات آتی ہے تو ہم ناوابستہ پالیسی پر عمل پیرا ہوتے ہیں لیکن جب روس کی بات آتی ہے تو تمام تر وزن روس کے پلڑے میں ڈال دیتے ہیں۔ روس ہمارا دوست ضرور ہے لیکن حق، انصاف اور مظلوموں کے حقوق اس سے زیادہ اہم ہیں۔

ہندوستان نے ہمیشہ سے مظلوم اور کچلے ہوئے عوام کے حقوق کے لئے آواز بلند کی ہے اور ان کی حمایت کی ہے گاندھی جی نے افریقہ کے کالے باشندوں کے حقوق کے لئے تحریک منظم کی۔ نہرو اور اندرا گاندھی نے جنوبی افریقہ کے مظلوم سیاہ فاموں کی حمایت میں آواز بلند کیا۔ تنظیم آزادی فلسطین کی حمایت کی۔ بنگلہ دیش والوں کا ساتھ دیا اور اب سری لنکا کے مظلوموں کے ساتھ ان کی ہمدردیاں برقرار رکھیں۔

کیا ہم راجیو گاندھی سے یہ توقع کر سکتے ہیں کہ وہ افغانستان سے مظلوم پناہ گزینوں اور مظلوم عوام کے حق میں ہمدردی ادا کر سکیں گے جو روس کے زہریلی گیسوں آتش گیر مادوں بموں اور ظلم و ستم کا نشانہ ہوئے ہیں اور روس سے واضح انداز میں افغانستان سے اپنی فوجیں ہٹا لینے کے لئے کہیں گے؟ یہ وقت کی ضرورت بھی ہے اور ہماری پالیسی کا تقاضہ بھی۔

یہ الکشن جہاں حکمراں جماعت کے لئے فتح اور خوشی کا پیغام لایا وہیں اپوزیشن اور حزب مخالف کو مایوسی اور شکست سے دوچار بھی کیا۔ ہماری منتشر اپوزیشن کا اس قدر صفایا ہوا کہ اس کی آواز تک بھی نہیں سنائی دے رہی ہے اور یہ سب ہوس اقتدار کی قسمت آزمائیاں ہیں۔

اقتدار کی ہوس نے اپوزیشن لیڈروں کو اس قدر اندھا کر دیا تھا کہ ان کو وزیر اعظم کی کرسی کو چھوڑ کر کچھ نظر ہی نہیں آرہا تھا اور عوام میں ان کی کیا پوزیشن اور مقام ہے جا کہ اس سے غافل اور بے خبر ہو گئے تھے۔ ان کے پاس کوئی مثبت پروگرام نہیں تھا یہ اندرا ہٹاؤ اور راجیو ہٹاؤ کے نعرے کے تحت وزیر اعظم بننا چاہتے تھے "نتیجہ" شکست سے دوچار ہوئے۔ کیا اپنی اس شکست سے کچھ سبق حاصل کریں گے۔؟

میں سمجھتا ہوں کہ یہ ہار اپوزیشن کے لئے پست ہمتی کا سبب نہیں بنے گی بلکہ وہ اس کو آگے بڑھنے کے لئے ایک مہمیز سمجھیں گے اور مختلف چھوٹی چھوٹی پارٹیوں میں تقسیم ہونے اور اقتدار کو اپنا نصب العین بنانے کے بجائے عوام کی خدمت اور ملک کی ترقی کو اپنا نصب العین بنائیں گے اور اسی کو بنیاد بنا کر ایک لیڈر شپ اور ایک جھنڈے کے تحت ایک مثبت پروگرام کے ساتھ آگے بڑھیں گے اور یہ ثابت کریں گے کہ واقعی وہ عوام کی امیدوں کو پورا کر سکتے ہیں اس کے بغیر وہ کبھی کامیاب نہ ہو سکیں گے اور اگر کامیاب ہو بھی جائیں تو بہت جلد منتشر ہو جائیں گے اے کاش کہ وہ سنبھل جائیں۔

طارق [illegible]

اس نے کہا! "جو ان میں سے ظلم کرے گا اسے ہم سزا دیں گے۔ پھر وہ اپنے رب کی طرف پلٹایا جائے گا اور وہ اسے اور زیادہ سخت عذاب دے گا۔"
(القرآن)

(۱) عبداللہ ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "تم میں سے کوئی مومن نہ ہوگا۔ جب تک اس کی خواہشات اس (شریعت) کے تابع نہ ہو جائیں جسے میں لے کر آیا ہوں" (شرح السنہ مشکوۃ)

بارگاہِ خداوندی سے

درسِ قرآن

(مولانا مطیع اللہ فلاحی مدنی)

قُلْ هٰذِهٖ سَبِیْلِیْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِیْرَةٍ اَنَا وَ مَنِ اتَّبَعَنِیْ وَ سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَ مَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ۝

تم بھی ان سے کہہ دو کہ میرا راستہ تو یہ ہے، میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں، میں خود بھی پوری روشنی میں اپنا راستہ دیکھ رہا ہوں اور میرے ساتھی بھی، اور اللہ پاک ہے اور شرک کرنے والوں سے میرا کوئی واسطہ نہیں۔

(هٰذِهٖ سَبِیْلِیْ) یعنی یہی واضح سیدھا و سادہ ایسا راستہ ہے جس میں نہ تو کوئی کجی ہے اور نہ ہی کسی طرح کا کوئی شک و شبہہ ہے۔

(اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِیْرَةٍ ......) یعنی ہم خدا کی طرف سے آئی ہوئی روشنی اور ہدایت پر ہیں اس لئے ہم اپنے راستے کو اچھی طرح سے جانتے پہچانتے ہیں اور ہم اس پر آنکھیں کھولے ہوئے پورے شعور و ادراک اور معرفت کے ساتھ چل رہے ہیں۔ ہم بلا ہدایت و بصیرت کے کام نہیں کر رہے ہیں۔ بلکہ ہمارے پاس نگاہوں کو کھول دینے والا ایسا یقین ہے جو ہمارے لئے ہمارے راستہ کو واضح اور روشن کر دیتا ہے جس کے ذریعہ ہم خدائے بزرگ و برتر کو ان تمام چیزوں سے منزہ کرتے ہیں۔ جو اس کی وحدانیت کو زیب نہیں دیتیں اور یہی چیز ہمیں ان لوگوں سے نمایاں اور الگ کرتی ہے جو خدا کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہیں۔ (وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ) یعنی ہم ظاہری و باطنی، جلی و خفی ہر طرح کے شرک سے بری ہیں۔

یہ ہے ہمارا راستہ پس جو چاہے ہمارے ساتھ آئے اور اگر کوئی آنا نہیں چاہتا ہے تو وہ ہمارا کچھ نہیں بگاڑے گا ہم تو اپنے اس سیدھے راستے پر گامزن رہیں گے۔

اس لئے دین کی دعوت دینے والوں کی یہ امتیازی شان انتہائی ضروری ہے' ان کے لئے ضروری ہے کہ وہ اس بات کا برملا اعلان کریں کہ وہ ایک ایسی منفرد جماعت ہیں جو ایک عقیدے کی حامل ہے جو اس عقیدے سے انکار کریں ہمارے مسلک سے گریز کریں اور ہمارے قائد کی قیادت قبول نہ کریں وہ ہم سے الگ ہیں۔ ہمارا ان سے کوئی سروکار نہیں۔

اور داعیان حق کے لئے اتنا ہی کافی نہیں ہے کہ اس دین کے ماننے والوں کو دین کی دعوت دیں جبکہ ان کے اندر سماجی برائیاں اور جاہلی رسومات جڑیں پکڑ چکی ہوں۔ ایسی صورت میں ان کی یہ دعوت کچھ زیادہ سود مند نہیں ہوگی۔ بلکہ ان کو پہلے ہی دن سے یہ اعلان کرنا چاہئے کہ وہ جاہلیت کے برعکس بالکل ہی ایک دوسری چیز ہیں' اور وہ ایک ایسی خاص جماعت کی شکل میں نمایاں ہوں۔ جس کو ایک عقیدے نے متحد کیا ہو اور جس جماعت کا مقصد وجود ہی اسلامی قیادت کو زندہ کرنا ہو۔ اور جس کا ہر فرد جاہلی معاشرے کے مقابلے میں نمایاں اور جس کی قیادت جاہلی معاشرے کی قیادت پر ہر نوعیت سے فوقیت رکھتی ہو۔

بلاشبہہ جاہلی معاشرے میں ان کی شمولیت اور اسمیں ان کا گھلنا ملنا اور پھر جاہلی قیادت کے زیر سایہ ان کا باقی رہنا ان کی اس طاقت کو ختم کر دے گا۔ جو ان کا عقیدہ ان کے اندر پیدا کرتا ہے اور ان تمام اثرات کو زائل کر دے گا۔ جو ان کی دعوت ممکن طور پر ڈال سکتی ہے۔ یہی نہیں بلکہ جدید دعوت کے تمام پر کشش امکانات کو بھی ختم کر دے گا۔

اور یہ حقائق وہ نہیں ہیں جن کا دائرہ صرف مشرکین مکہ کے لئے دعوت نبوی کے ساتھ ہی مخصوص تھا بلکہ اس کا میدان

[بقیہ صفحہ ۱۵ پر]

بارگاہ رسالت سے

فریضۂ مومن

مولانا ابوبکر اصلاحی
استاذ و صدر جامعۃ الفلاح

عن ابی سعید خدری عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من رای منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبہ وذلک اضعف الایمان (مسلم)

حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے جو کوئی برائی دیکھے اسے چاہئے کہ اس برائی کو قوت بازو سے مٹا دے، اگر اسکی قدرت نہ ہو تو اپنی زبان سے اسے برا کہے اور اگر اسکی استطاعت بھی نہ رکھتا ہو تو اپنے دل سے اسے برا سمجھے، اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے۔

مومن کسی خاندان، کسی معاشرے اور کسی بستی میں زندگی گذار رہا ہوگا، وہاں ہر طرح کے انسان بستے ہوں گے اپنے خالق و مالک کو ماننے والے بھی، اور اس کا انکار کرنے والے بھی، اسکی فرمانبرداری کرنے والے بھی اور نافرمانی کے راستے پر چلنے والے بھی، نیکیوں کے شیدائی بھی اور برائیوں کے عادی بھی۔

مومن کے پیش نظر ہر آن فائدے اور نقصان کا حقیقی معیار رہنا چاہئے اور اسے کبھی نظروں سے اوجھل نہیں ہونا چاہئے۔ یعنی یہ کہ ہمارے لئے مفید وہ ہے جو کل آخرت میں فائدہ دے اور مضر وہ ہے جس سے کل آخرت میں نقصان اٹھانا پڑے۔

آخرت میں یہی فائدہ اسی صورت میں حاصل ہو سکتا ہے کہ کل ہم اپنے مالک کے سامنے فرمانبرداروں کی حیثیت سے پیش ہوں اور جو ذمہ داریاں ہم پر ڈالی گئی ہیں ان کو ادا کر کے حاضر ہوں۔

مومن کی ذمہ داری ہے کہ جس معاشرے میں وہ زندگی گذار رہا ہے اسے پاکیزہ بنانے کی جد وجہد کرے، اس لئے بھی کہ خود اسے بھی راہ حق پر استوار رہنے کیلئے پاکیزہ معاشرہ کی ضرورت ہے اور اس لئے بھی کہ جو لوگ حق سے ناآشنا ہیں ان کی خیر خواہی کا بھی یہی تقاضا ہے۔ مومن کو جو چیز برائیوں کے مٹانے پر بے چین رکھتی ہے وہ یہ زندہ تصور ہے کہ جو کوئی برائی کرتا ہے وہ دہکتے ہوئے الاؤ کی طرف بڑی تیزی سے بڑھتا جا رہا ہے۔ وہ یہ دیکھ کر مضطرب ہو جاتا ہے کہ اپنے ہی خاندان اور اپنے ہی معاشرے کے لوگ آگ کا لقمہ بننا چاہتے ہیں

جس طرح کسی نابینا کو کسی کھڈ یا کنویں کی طرف جاتے ہوئے دیکھ کر ہر صاحب احساس اسے گرنے سے بچانے کیلئے بے چین ہو جائیگا۔ اور لپک کر اس کا ہاتھ پکڑ لے گا اسی طرح برائی کی طرف، … اور درحقیقت جہنم کے شعلوں کی طرف بڑھتے ہوئے کسی شخص کو دیکھ کر مومن کو بے چین ہو جانا چاہئے۔ یہی تعلیم ہے جو اس حدیث میں دی گئی ہے

مومن کی ذمہ داری صرف اتنی ہی نہیں ہے کہ برائیوں سے خود بچے اور نافرمانیوں کے قریب نہ پھٹکے۔ بلکہ وہ دوسروں کو بھی برائیوں سے بچائے اور نافرمانیوں سے باز رکھے اور برائی کو ہوتا دیکھ کر خاموش نہ رہ جائے بلکہ اسے اپنی طاقت سے روک دے۔ البتہ اگر اپنے اندر اسکی طاقت نہ پائے

رہا ہو تو پھر زبان سے برائی کو برا کہے ۔ اور فریضہ حق ادا کرے ۔ اگر اس فریضے سے غافل رہا تو پھر فرمان نبی صلی اللہ علیہ وسلم سن لے ۔

عن حذیفۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال والذی نفسی بیدہ لتأمرن بالمعروف ولتنہون عن المنکر اولیوشکن اللہ ان یبعث علیکم عذابا من عندہ ثم تدعونہ ولا یستجاب لکم ۔ (ترمذی)

حضرت حذیفہ روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تم ضرور نیکی کا حکم دو اور برائی سے روکو ورنہ یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے یہاں سے تم پر بہت جلد عذاب بھیجے گا۔ پھر تم اس سے دعا کروگے اور تمہاری دعا قبول نہ ہوگی ۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر مومن کا فریضہ ہے اس سے غفلت اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا سبب ہے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی سے اس دنیا میں بھی سزا ہو سکتی ہے جیسا کہ اس حدیث شریف میں بتایا گیا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے جب سزا کا فیصلہ ہو جائیگا اور اسکی طرف سے جب عذاب آدھمکے گا تو اس وقت کی دعا سے کچھ حاصل نہ ہوگا اس وقت کی دعا مقبول نہ ہوگی ۔

اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں ہر چیز کو ایک مقصد سے پیدا کیا ہے اور ہر چیز اپنی غرض وغایت کو پورا کر رہی ہے انسان کا مقصد زندگی اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے ، مومن پورے شعور کے ساتھ یہ فیصلہ کرتا ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں ہمیں اسی کی بندگی اور غلامی کرنی چاہئیے اس فیصلے کے بعد مومن دراصل اللہ کی فوج کا سپاہی بن جاتا ہے جس کا کام خود اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے ساتھ بندگان خدا کو اسکی اطاعت میں داخل کرنا ہوتا ہے ۔
اللہ تعالیٰ کی اطاعت کو عام کرنا اور اسکی نافرمانی کو ختم کرنا ہوتا ہے اسکی اطاعت وفرمانبرداری کو دیکھ اسے مسرت وشادمانی حاصل ہوتی ہے اور نافرمانی کو دیکھ کر اس کا دل کڑھتا اور رنجیدہ ہوتا ہے ، اسی لئے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کو عام کرنے اور اسکی نافرمانی کو نیست ونابود کرنے کی انتھک جدوجہد کرتا ہے

چمنستان میں درخت جب تک سرسبز وشاداب رہتا ہے پھول اور پھل دیتا ہے ، اور اپنی چھاؤں سے جانداروں کو سکون بخشتا ہے وہ وہاں باقی رہنے کا حق رکھتا ہے لیکن جب وہ خشک ہوکر بے برگ وبار رہ جاتا ہے ، اور جب وہ اپنے پھول ، پھل اور سائے سے فائدہ پہنچانے کے لائق نہیں رہ جاتا تو وہ چمن میں باقی رہنے کا حق کھو دیتا ہے ۔ پھر اسے کاٹا جاتا ہے اور ایندھن بنا کر آگ میں جلا دیا جاتا ہے ۔

مومن جو اللہ کی فوج کا سپاہی ہے جس کا فریضہ ہی حق کا بول بالا کرنا اور باطل کو نیست ونابود کرنا ہے اگر اپنے فریضے سے غافل ہو جائے ، باطل کا بول بالا ہو رہا ہو اور حق مغلوب ومقہور ، برائی ہر طرف پھیل رہی ہو اور نیکی کی راہ مسدود ، شر وفساد عام ہو رہا ہو اور امن وامان مفقود ایسی صورت میں مومن نہ تو بزور قوت باطل کو مٹانے کے لئے آمادہ ہو ، نہ زبان سے اسے برا کہنے کی ہمت رکھتا ہو اور پھر یہ حال ہو گیا ہو کہ دل سے بھی اسے برا نہ سمجھے تو اس دنیا میں اس کے زندہ رہنے کا کیا جواز ہے جب اس نے اپنی افادیت کھو دی تو اسے موت کے گھاٹ اتر ہی جانا چاہئے ، یہی بات پہلے ہوئی ہے اور اب بھی ہوگی ۔ حدیث پڑھئے ۔

عن جابر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اوحی اللہ عزوجل الی جبرئیل علیہ السلام ان اقلب مدینۃ کذا وکذا باھلھا فقال یا رب ان فیہم عبدک فلانا لم یعصک طرفۃ عین قال فقال اقلبہا علیہ وعلیہم فان وجہہ لم یتمعر فی ساعۃ قط

(بیہقی)

[بقیہ صفحہ ۲۲ پر]

نعت

نعیم صدیقی

تیری خاکِ پا کو لے کر میں نیا جہاں بناؤں — نئی اک زمیں بناؤں نیا آسماں بناؤں

تھا ذرا سا اک وہ لمحہ تیرا حسن دل پہ چھایا
وہی اک ذرا سا لمحہ ابدِ جاوداں بناؤں

اسی سوچ میں ابھی تک نہیں آشیاں بنایا — کہ شرارِ برقِ سوزاں کبھی آشیاں بناؤں

یہاں رہبروں کے ہاتھوں کئی کارواں لٹے ہیں
نئی اک فغاں اٹھاؤں، نیا کارواں بناؤں

تیرے حسن کی تجلی جو نکھار کر دکھا دے — وہ نیا ادب بناؤں، وہ نئی زباں بناؤں

کوئی جسم و زر کا طالب کوئی جان کا پجاری
کسے ہم سفر بناؤں، کسے ہم عناں بناؤں

کوئی خار زار آئے تیری راہ گزر میں — تو جگر کا خون دے کر اسے گلستاں بناؤں

میرے دل کا داغ بنتا ہے اک رستا گھاؤ
تیرے لطفِ بیکراں سے اسے اک نشاں بناؤں

تیرا گفتہ مقدس، تیرا اسوہ مبارک — اسے وردِ لب بناؤں اسے حرزِ جاں بناؤں

تیرے بادۂ نظر سے بھروں اختروں کے ساغر
نئی بزم گاہِ زنداں سرِ کہکشاں بناؤں (ماخوذ)

(طالب ہاشمی)

حضرت ام معبدؓ خزاعیہ

ایک صحابیہ رسولؐ کی ایمان افروز داستان

جس زمانے میں آفتاب اسلام فاران کی چوٹیوں سے طلوع ہو رہا تھا مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ جانے والے راستے پر قُدَید نام کی ایک چھوٹی سی بستی صحرا کے متصل واقع تھی۔ اس میں ایک مختصر سا غریب خاندان اپنی زندگی کے دن بڑے عجیب انداز میں گزار رہا تھا۔ اس گھرانے کی ساری متاع لے دے کے ایک خیمے، بکریوں کے ایک ریوڑ، گنتی کے چند برتنوں اور مشکیزوں پر مشتمل تھی خاندان کا سربراہ ایک جفاکش بدوی تمیم بن عبدالعزیٰ خزاعی تھا۔ اس کا بیشتر وقت بکریاں چرانے میں گزرتا تھا۔ اس کی اہلیہ عاتکہ بنت خالد تھی۔ دونوں کا تعلق بنو خزاعہ کی شاخ بنی کعب سے تھا۔ عاتکہ ایک پاکدامن باوقار اور بلند حوصلہ خاتون تھی اور اپنی کنیت ام معبد سے مشہور تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے دل میں ایثار اور خدمت خلق کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھر دیا تھا۔ افلاس اور تنگ دستی کے باوجود وہ قدید سے گزرنے والے مسافروں کی نہایت خوشدلی سے میزبانی کیا کرتی۔ اور ان کی خدمت اور تواضع میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھتی۔ پانی، دودھ، کھجوریں گوشت جو کچھ میسر ہوتا مہمانوں کی خدمت میں پیش کر دیتی۔ مسافروں کی بے لوث خبر گیری اور تواضع کرتے رہنے کے باعث اس کا نام دور دور تک مشہور ہو گیا تھا اور لوگ اس کی عالی حوصلگی اور شرافت کی تعریفیں کرتے نہیں تھکتے تھے۔

بعثت نبوی کے تیرہویں سال تک ام معبد کو خلق خدا کی خدمت کرتے ایک مدت گزر چکی تھی۔ اور وہ جوانی کی منزلوں سے گزر کر پختہ عمر کو پہنچ گئی تھی۔ اس وقت رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم عرب کے صحرانشینوں میں صاحب قریش کے لقب سے مشہور تھے۔ تمیم اور ام معبدؓ کے کانوں میں بھی صاحب قریشؐ اور آپ کی دعوت کی بھنک پڑ چکی تھی۔ تاہم وہ زندگی کے ڈگر پر اپنے معمول کے مطابق چلتے رہے۔ ان غریب اور سادہ مزاج بدویوں کے لئے یہ بڑا کٹھن کام تھا کہ ایسی باتوں کی تحقیق کے لئے دور دراز کی خاک چھانتے پھریں۔ لیکن ان کو کیا معلوم تھا کہ ایک دن ان کی صحرائی قیام گاہ ان صاحبِ قریشؐ کے ورود مسعود سے جگمگا اٹھے گی اور کائنات کا ذرہ ذرہ اس کے مکینوں کی خوش بختی پر رشک کرے گا۔

ربیع الاول ۱۳ بعثت میں رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارض مکہ کو الوداع کہا اور تین راتیں غار ثور میں گزار کر عازم مدینہ ہوئے۔ اس وقت حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عامرؓ بن فہیرہ آپ کے ہمرکاب تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک اونٹنی پر سوار تھے اور وہ دونوں دوسری اونٹنی پر۔ اس مقدس قافلے کے آگے آگے عبداللہ بن اُریقط لیثی پیدل چل رہا تھا۔ وہ غیر مسلم ہونے کے باوجود ایک قابل اعتماد شخص تھا اور مکہ سے مدینہ جانے والے تمام راستوں سے واقف تھا۔ اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے راستہ بتانے کے لئے اجرت پر اپنے ساتھ لے لیا تھا۔

یہ مختصر سا قافلہ قدید کے مقام پر پہنچا تو حضرت اسماءؓ ذات النطاقین بنت صدیق اکبرؓ نے غار سے روانگی کے وقت جو کھانا ساتھ کیا تھا، وہ ختم ہو چکا تھا۔ اور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھیوں کو بھوک اور پیاس محسوس ہو رہی تھی حضرت

ابوبکرؓ نے ام معبدؓ کی شہرت سن رکھی تھی۔ اور انہیں یقین تھا کہ یہاں کھانے پینے کا کچھ انتظام ہو جائے گا۔ چنانچہ یہ مقدس قافلہ ام معبدؓ کے خیمے پر جا رکا۔ وہ اس وقت اپنے خیمے کے آگے صحن میں بیٹھی تھی۔

ان دنوں خشک سالی نے سارے علاقے پر قیامت ڈھا رکھی تھی اور اسی وجہ سے ام معبدؓ کے گھرانے پر بھی برا وقت آن پڑا تھا۔ بڑی تنگی ترشی سے گزر بسر ہو رہی تھی۔ حضور سید موجودات صلی اللہ علیہ وسلم نے ام معبد سے فرمایا: "دودھ، گوشت، کھجور یا کھانے کی کوئی چیز بھی تمہارے پاس ہو تو ہمیں دو، ہم اس کی قیمت ادا کریں گے۔"

ام معبدؓ نے بصد حسرت جواب دیا: خدا کی قسم اس وقت کوئی چیز ہمارے گھر میں آپ کو پیش کرنے کے لئے موجود نہیں۔ اگر ہوتی تو فوراً حاضر کر دیتی۔"

اتنے میں حضورؐ کی نظر ایک مریل سی بکری پر پڑی جو خیمے میں ایک طرف کھڑی تھی۔ آپؐ نے فرمایا معبد کی ماں! اگر اجازت دو تو اس بکری کا دودھ دوہ لیں۔ ام معبدؓ نے عرض کیا: صدقے جاؤں! اگر یہ دودھ دینے والی ہوتی تو میں نے اسے خود ہی آپ لوگوں کی خدمت میں پیش کر دیا ہوتا۔ دودھ دینا تو بڑی بات ہے یہ بیچاری تو اپنی لاغری اور کمزوری کی وجہ سے چرنے کے لئے جنگل میں بھی نہیں جا سکتی۔"

سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جیسی بھی ہے تم اجازت دو تو ہم اس کا دودھ دوہ لیں۔

ام معبدؓ نے کہا: آپ بڑے شوق سے دودھ لیں، مگر مجھے امید نہیں کہ یہ دودھ کا ایک قطرہ بھی دے۔

اب وہ بکری حضور اکرمؐ کے سامنے لائی گئی۔ آپؐ نے پہلے اس کے پاؤں باندھے اور پھر اس کی پیٹھ پر ہاتھ پھیر کر دعا کی "الٰہی اس عورت کی بکریوں میں برکت دے۔"

اس کے بعد چشم فلک نے ایک حیرت خیز نظارہ دیکھا۔ سید المرسلین فخر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر بکری کے تھن چھوئے۔ تھن فی الفور دودھ سے بھر گئے اور بکری ٹانگیں پھیلا کر کھڑی ہو گئی۔ حضورؐ نے ایک بڑا برتن منگا کر دودھ دوہنا شروع کر دیا۔

برتن جلد ہی لبالب بھر گیا۔ رسالتمآبؐ نے پہلے یہ دودھ ام معبدؓ کو پلایا اس نے خوب سیر ہو کر پیا۔ پھر آپؐ نے اپنے ساتھیوں کو پلایا۔ وہ بھی سیر ہو گئے تو آخر میں آپ نے خود پیا اور فرمایا: ساقی القوم آخرھم (لوگوں کو پلانے والا خود آخر میں پیتا ہے)۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ دودھ دوہنا شروع کیا حتیٰ کہ برتن پھر لبالب بھر گیا۔ یہ دودھ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ام معبدؓ کے لئے چھوڑ دیا اور آگے روانہ ہو گئے۔

ام معبدؓ کا بیان ہے کہ جس بکری کا دودھ سرور کونینؐ نے دوہا تھا وہ حضرت عمرؓ فاروق کے عہد خلافت تک ہمارے پاس رہی۔ ہم صبح و شام اس کا دودھ دوہتے اور اپنی ضرورتیں بخوبی پوری کرتے تھے۔

طبقات ابن سعد کی ایک روایت میں ہے کہ اس موقع پر ام معبدؓ نے ایک بکری ذبح کر کے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھیوں کو کھانا کھلایا اور ناشتہ بھی ساتھ کر دیا۔

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے تو تھوڑی دیر بعد ام معبدؓ کا شوہر اپنا ریوڑ لے کر جنگل سے واپس آیا۔ خیمے کے اندر دودھ سے بھرا برتن دیکھ کر وہ حیران رہ گیا۔ اہلیہ سے پوچھا "معبد کی ماں! یہ دودھ کہاں سے آیا؟"

ام معبدؓ نے جواب دیا: خدا کی قسم! ایک بابرکت مہمان عزیز کا یہاں ورود ہوا۔ انھوں نے بکری کو دوہا۔ خود بھی اپنے ساتھیوں سمیت سیر ہو کر دودھ پیا اور ہمارے لئے بھی چھوڑ گئے۔ پھر اس نے تفصیل کے ساتھ سارا واقعہ بیان کیا۔

ابو معبد تمیمی نے کہا: ذرا اس کا حلیہ تو بیان کرو۔

ام معبدؓ نے بے ساختہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کا جو حلیہ مبارک بیان کیا تاریخ نے اسے اپنے صفحات میں محفوظ کر لیا ہے۔ اس نے کہا:

"پاکیزہ صورت، حسین و جمیل، روشن چہرہ، موٹاپے کا عیب نہ دبلاپے کا نقص، خوش رو اور حسین، آنکھیں کشادہ اور سیاہ، پلکیں لمبی سیاہ گھنگریالے بال، آواز میں کھنک، گردن صراحی دار، داڑھی گھنی

میں متانت اور حسن ہوتی۔ خاموشی میں وقار کا مجسمہ، گفتگو میں صفائی اور شیرینی۔ حسن کا پیکر اور جمال میں یگانۂ روزگار۔ دور سے دیکھو تو حسین ترین، قریب سے دیکھو تو شیریں ترین بھی اور حسین ترین بھی۔ گفتگو میں شیریں، نہ فضول گفتگو کرے نہ ضرورت کے وقت خاموش رہے۔ گفتگو اس انداز کی جیسے پروئے ہوئے موتی۔ ایسا میانہ قد جس میں نہ تو ایسی نفرت درازی، نہ حقارت آمیز کوتاہی۔ اگر دو شاخوں کے درمیان ایک اور شاخ ہو تو وہ دیکھنے میں ان تینوں شاخوں سے زیادہ ترو تازہ دکھائی دے اور قدر و قیمت میں ان سب سے زیادہ بہتر نظر آتے۔ اس کے کچھ جاں نثار ساتھی ہوتے گھیرے رہتے۔ جب وہ بولتا تو سب خاموش ہو جاتے جب کوئی حکم دیتا تو اس کی تکمیل کے لئے ٹوٹ پڑتے۔ سب کا مخدوم سب کا مطاع، ترشروئی سے پاک اور قابل گرفت باتوں سے مبرا۔

ابو معبد یہ صفات سن کر بول اٹھا کہ خدا کی قسم۔ تو وہی صاحب قریش تھے جن کا ذکر ہم سنتے رہتے ہیں۔ میں ان سے ضرور جا کر ملوں گا۔

حضرت ام معبد کے قبول اسلام کے متعلق دو مختلف روایتیں ہیں۔ ایک روایت یہ ہے کہ ان کے کانوں میں صاحب قریش کی بھنک پہنچ چکی تھی چنانچہ جب ان کی نظر سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے رخ انور پر پڑی تو ان کے دل نے گواہی دی کہ یہ وہی صاحب قریش ہیں جو توحید کے داعی اور نیکی و ہدایت کا سرچشمہ ہیں۔ بکری کا واقعہ دیکھا تو ان کو قطعی یقین ہو گیا کہ یہ جوان عبداللہ کے بیٹے رسول ہیں چنانچہ وہ اسی وقت صدق دل سے مسلمان ہو گئیں۔ اور حضورؐ نے ان کے لئے دعائے خیر و برکت مانگی۔

دوسری روایت یہ ہے کہ حضورؐ کے مدینہ تشریف لے جانے کے بعد ابو معبد اور ام معبد دونوں میاں بیوی ہجرت کر کے مدینہ منورہ پہنچے اور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر سعادت ایمان سے بہرہ مند ہوئے۔

حضرت ام معبد کی زندگی کے مزید حالات تاریخوں میں نہیں ملتے، تاہم ان کی زندگی کے اس ایک واقعہ نے انہیں شہرت عام اور بقائے دوام کے دربار میں اتنا بلند مقام عطا کر دیا کہ ملت اسلامیہ کے تمام افراد ابد الآباد تک ان پر رشک کرتے رہیں گے کسی شاعر نے

اس واقعہ کے متعلق کیا خوب اشعار کہے ہیں۔

جزی اللہ رب الناس خیر جزائه
رفیقین قالا خیمتی ام معبد
هما نزلا بالبر وارتحلا به
فقد فاز من امسی رفیق محمد
لیهن بنی کعب مقام فتاتهم
ومقعدها للمؤمنین بمرصد

(اللہ ان رفیقوں کو جزائے خیر دے جو ام معبد کے خیموں میں مقیم ہوئے، وہ نیکی سے ٹھہرے اور وہ تو اس کے گھر میں تو جو شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا رفیق ہوا کامیاب ہوا۔ بنی کعب کو ایسی لڑکیاں مبارک ہوں جن کا مکان مسلمانوں کی جائے پناہ ہے۔)

حدیث!

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ میں ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سوار تھا آپ نے فرمایا اے بچے میں تجھے چند باتیں سکھاتا ہوں (۱) اللہ کے دین کی حفاظت کر، اللہ تیرا محافظ ہوگا (۲) اللہ کے دین کی حفاظت کر تو اس کی رحمت کو اپنے سامنے پائے گا۔ (۳) جب مانگنا ہو اللہ سے مانگ۔ (۴) جب مدد کی ضرورت ہو اللہ سے طلب کر (۵) یہ بات جان لے کہ مخلوق اگر تجھے نفع پہنچانے پر اتفاق بھی کرے تو وہ اس سے زیادہ نفع نہیں پہنچا سکتی جو خدا نے تیرے لئے لکھ دیا ہے، اور اگر سب لوگ نقصان پہنچانے پر تل جائیں تو اس سے زیادہ نقصان نہیں پہنچا سکتے جو خدا کے ہاں طے ہو چکا ہے۔

(مشکوٰۃ)

ابو احمد فلاحی

اخوت انسانی اور اسلام

جیسے ہی اسلام کی صبح درخشاں نمودار ہوئی اسکے زیر سایہ انسانی اخوت کی صدائے بازگشت بھی سنائی دینے لگی۔

قرآن کا نزول بھی اسی انداز میں ہو رہا تھا جو ساری دنیا کو اخوت انسانی کی دعوت دے رہا تھا۔ چنانچہ ہم اس کے انداز تخاطب کو سامنے رکھیں گے تو ہمیں محسوس ہوگا کہ قرآن نے کسی مخصوص گروہ یا جماعت کو مخاطب نہیں کیا ہے بلکہ اس نے ایک مشترک عبادت کے ذریعہ تمام بنی نوع انسان کو مخاطب کیا ہے۔ قرآن کا یہ انداز تخاطب اپنے اندر ایسی بلند معنوی قدریں لئے ہوئے ہے۔ جو تمام انسانوں کے لیے اس بات کا امکان پیدا کرتی ہیں کہ وہ ان سے متصف ہو کر اسلام کے جھنڈے تلے اکٹھا ہو جائیں۔

قرآن کہتا ہے۔

یا ایھا الناس قد جاءکم برھان من ربکم [1] (اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے قطعی دلیل آچکی ہے۔)

یا ایھا الناس قد جاءکم الرسول بالحق من ربکم [2] (اے لوگو تمہارے پاس رسول تمہارے رب کی طرف سے حق لیکر آگیا ہے۔)

یا ایھا الناس انا خلقناکم من ذکر و انثیٰ [3] (اے لوگو ہم نے تم کو ایک مرد اور عورت سے پیدا کیا ہے۔)

اس طرح قرآن دنیا کے ہر انسان کو مخاطب کرتا ہے چاہے وہ کوئی زبان بولتا ہو اور کسی بھی خطہ زمین میں رہتا

[1] نساء ۱۷۴ [2] سورہ نساء ۱۷۰ [3] الحجرات ۱۳

ہو وہ تمام انسانوں کو خدائے واحد پر ایمان اور اسکی بندگی کی دعوت دیتا ہے۔ پھر جو لوگ اس دعوت کو قبول کرتے ہیں انہیں وہ ایک خصوصی نام لفظ مومن سے خطاب کرتا ہے۔

یا ایھا الذین آمنوا اتقوا اللہ حق تقاتہ [1] (اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو خدا کا تقویٰ اختیار کرو جیسا کہ اس کا حق ہے۔)

یا ایھا الذین آمنوا اتقوا اللہ وذروا ما بقی من الربوٰا ان کنتم مومنین [2] (اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو خدا سے ڈرو اور جو کچھ تمہارا سود لوگوں پر باقی ہے اسے چھوڑ دو اگر تم واقعی مومن ہو۔)

یہ وہ مبارک پکار ہے جو تمام انسانوں کو ایک ہی شعار و رشتہ سے منسلک کرکے انہیں ایک مقصد سے وابستہ کر دیتی ہے۔ یہ مشترک سر رشتہ جس قدر زیادہ مضبوط ہوگا اسی قدر ٹوٹے پھوٹے وہ روابط اور تعصبات کمزور ہو کر ختم ہوں گے جو پہلے بھی باہمی بغض و کینہ اور قتل و خونریزی کا سبب بنتی تھیں اور آج بھی بنی ہوئی ہیں

قرآن پورے زور و شور کے ساتھ اس بات کا اعلان کرتا ہے کہ تمام ایمان لانے والے آپس میں بھائی بھائی ہیں چاہے وہ مختلف ملکوں کے رہنے والے ہوں اور ان کی زبانیں مختلف ہوں۔

انما المومنون اخوۃ [3] (مومنین آپس میں بھائی بھائی ہیں)

[1] آل عمران ۱۰۲ [2] بقرہ ۲۷۸ [3] حجرات ۱۰

یہی ایمانی اخوت ہی ہے جو تمام مومنین کو باہم مربوط کرتی ہے اور یہ حرف نسلی لسانی اور لونی تمام جاہلی اور کمزور روابط سے قوی تر ہے۔ کیونکہ اسلامی بھائی چارگی اس عقیدے کی دین ہے جو دوسرے جاہلی اور کمزور روابط کے مقابلے میں زیادہ موثر اور پائیدار ہے۔ کیونکہ یہ عقیدہ اپنے ماننے والوں کے اندر دنیا کی عارضی زندگی کے علاوہ آخرت کی ابدی اور حقیقی زندگی کا تصور پیدا کرتا ہے جس سے اسکے ماننے والے کے اندر جزا و سزا کا شعور پیدا ہوتا ہے جو اسے اللہ کے ثواب کا خواہشمند اور اسکے عذاب سے خائف رکھتا ہے۔

پھر اللہ تعالے نے اس ایمانی اخوت کے دائرے کو صرف کامل ایمان والوں تک محدود نہیں رکھا ہے بلکہ اسکے وسیع و عریض رحیم و فیاض دائرے میں وہ بھی شامل ہے جسے بشری تقاضوں نے روحانی ترقیوں کی معراج کمال سے نیچے گرا دیا ہے اور اس سے کچھ ایسے گناہ بھی سرزد ہو گئے ہیں جو حدود کفر سے باہر ہیں۔ قرآن کہتا ہے

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ ۱ — مومن تو ایک دوسرے کے بھائی ہیں لہذا اپنے بھائیوں کے درمیان تعلقات کو درست کرو۔

اس آیت میں ظالم و مظلوم دونوں گروہوں کو مومنین کا بھائی کہا گیا ہے اسی طرح اللہ تعالے نے قاتل کو مقتول کے ولی کا بھائی کہا ہے۔

فَمَنْ عُفِيَ لَهُ مِنْ أَخِيهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌ بِالْمَعْرُوفِ وَأَدَاءٌ إِلَيْهِ بِإِحْسَانٍ ۲ — پس اگر کسی قاتل کیساتھ اسکا بھائی کچھ نرمی کرنے کیلئے تیار ہو تو معروف طریقے کے مطابق خون بہا کا تصفیہ ہونا چاہیئے۔

اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے باہم برسر پیکار دو مسلم گروہوں کو مسلمان کہا ہے۔

إِنَّ ابْنِي هَذَا سَيِّدٌ وَلَعَلَّ اللهَ تَعَالَى أَنْ يُصْلِحَ بِهِ بَيْنَ فِئَتَيْنِ عَظِيمَتَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ ۳ — میرا یہ بیٹا سردار ہے اللہ تعالے اس کے ذریعہ مسلمانوں کے دو عظیم گروہوں کے درمیان صلح کروائے گا۔

اور واقعتاً اللہ تعالے نے حسن بن علی رضی اللہ عنہ کے ذریعہ اہل عراق اور اہل شام کے درمیان اسطرح صلح کروا دیا کہ وہ اپنے حق سے معاویہ رضی اللہ عنہ کے لئے دستبردار ہو گئے۔ پھر اللہ تعالے نے اس ایمانی اخوت کا ذکر امت پر کئے جانے والے احسانات کی فہرست میں بھی کیا ہے۔

وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا ۴ — سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لو اور تفرقہ میں نہ پڑو، اللہ کے اس احسان کو یاد کرو جو اس نے تم پر کیا ہے تم ایکدوسرے کے دشمن تھے اس نے تمہارے دل جوڑ دیئے اور اسکے فضل و کرم سے تم بھائی بھائی بن گئے۔

پھر جب اللہ تعالے نے منہ بولا بیٹا بنانے والی جاہلی رسم کو حرام قرار دیا تو وہیں اس بات کو بھی واضح فرما دیا کہ منہ بولے بیٹے حقیقت میں تمہارے دینی بھائی ہیں اور یہ رشتۂ اخوت صرف ایمان کی وجہ سے ہے جو تمام رشتوں پر بھاری ہے۔

ادْعُوهُمْ لِآبَائِهِمْ هُوَ أَقْسَطُ عِنْدَ اللهِ فَإِنْ لَمْ تَعْلَمُوا آبَاءَهُمْ — منہ بولے بیٹوں کو انکے باپوں کی نسبت سے پکارو یہ اللہ کے

فہم اخوانکم فی الدین وموالیکم[۱] نزدیک زیادہ منصفانہ بات ہے۔ اور اگر تمہیں معلوم نہ ہو کہ انکے باپ کون ہیں تو وہ تمہارے دینی بھائی اور رفیق ہیں۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اس ایمانی اخوت کو اسلام لانے والے انکار دین کیلئے بھی ثابت کیا ہے جو کم از کم فرائض کی ادائیگی کے پابند ہوں۔

فان تابوا واقاموا الصلوٰۃ وآتوا الزکوٰۃ فاخوانکم فی الدین[۲] (پس اگر یہ توبہ کرلیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں تو تمہارے دینی بھائی ہیں۔

اسی طرح اسلام سے انکی پہلی دشمنی اور اطلاء کے لیے ان کا اسلام کے مقابلے میں برسرپیکار ہونا اسلام لانے کے بعد انکی ایمانی اخوت میں کہیں سے بھی مانع نہیں ہوگا۔ کیونکہ اسلام سابقہ کوتاہیوں کو ختم کر دیتا ہے۔

(لان الاسلام یجب ما قبلہ)

پھر اللہ تعالیٰ قرآن میں اس شعور و وجدان کی وضاحت کرتا ہے جو معاشرے کے افراد کے دلوں کو ان کے ان بھائیوں کی طرف سے کھینچتا ہے جو مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ آئے ہیں۔

والذین جاؤا من بعدھم یقولون ربنا اغفرلنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان[۳] (اور جو ان لوگوں کے بعد آئے ہیں وہ کہتے ہیں کہ ہمارے رب ہمیں اور ہمارے ان سب بھائیوں کو بخش دے جو ہم سے پہلے ایمان لائے ہیں)

کیا اس سے بڑھ کر اور اس سے بلیغ ایمانی اخوت کی کوئی وصف بیان کی جا سکتی ہے جو دلوں کو جوڑنے اور مقصد کی یکسوئی میں اس بلندی کا مقابلہ کر سکے۔ یقیناً اخوت انسانی یہ وہ انتہائی بلندی ہے جہاں تک تمام انسانی پاکیزہ عناصر اپنی مختلف قومیتوں زبانوں اور رنگوں کے باوجود پہونچتے ہیں۔ پھر اس بلندی پر پہونچنے کے بعد وہ اپنے ان جاہلی اور حقیر روابط کی طرف پلٹ کر دیکھنے بھی نہیں جنہیں وہ اس سے پہلے انتہائی مقدس سمجھتے ہوئے ان پر فخر کرتے تھے اور جنکے بارے میں ان کا خیال تھا کہ ان میں کسی طرح کا رد و بدل اور تبدیلی نا ممکن ہے۔

ذرا اور آگے بڑھیے نبی صلے اللہ علیہ وسلم اپنے اس قول میں ہماری ایسی ہی اخوت کی طرف رہنمائی فرماتے ہوئے ہمیں حکم دیتے ہیں (وکونوا عباد اللہ اخوانا)[۴]

اور اے خدا کے بندو آپس میں بھائی بھائی بنکر رہو۔

یہ وہ مضبوط بنیاد دیوار ہی ہے جو معاشرے کو اس افتراق و انتشار نیز بد معاملگی سے بچاتی ہے جو سماج کو قطع تعلق اور بد معاملگی کے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں جھونک دیتا ہے۔ اسی لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس اخوت کا حکم ہی نہیں دیا ہے۔ بلکہ اسکی وسعتوں اور گہرائیوں کو بھی اپنے اس قول سے واضح کر دیا ہے

ولو کنت متخذا خلیلا غیر ربی لاتخذت ابا بکر ولکن اخوۃ الاسلام وعودتہ[۵] اگر میں خدا کے علاوہ کسی کو اپنا دوست بناتا تو ابوبکر کو بناتا لیکن اسلامی اخوت و مودت ہی افضل ہے۔ ایک دوسری روایت

عہ[۱] توبہ ۱۱ عہ[۲] الحشر ۱۰

عہ[۴] بخاری کتاب الفرائض عہ[۵] بخاری باب مناقب صحابہ

میں لفظ اخوت کا اضافہ ہے)

یہاں نبی ﷺ نے حضرت ابوبکر رضؓ سے اپنے تعلق کو ظاہر کر کے اسلامی اخوت جیسے بہترین روابط اور مضبوط تعلقات پیدا کرنے کی قوت کی جو تصویر پیش کی ہے اس سے بلند اور قوی تعلقات اور روابط کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا اور اسکے علاوہ جسکا وہ کہیں سراغ بھی نہیں ملتا

اس انسانی اخوت کی قوت و تاثیر کو افراد کے معاملات میں دیکھتے ہوئے آپ نے مسلمانوں کے معاملات کے سلسلے میں ان کے واجبات کی تشریح کرتے ہوئے جگہ جگہ اسکا ذکر کیا ہے (المسلم اخو المسلم) مسلمان مسلمان کا بھائی ہے اس اسلامی اخوت کے ذکر کے فوراً بعد واجبات کا وہ حسین و سربلند سلسلہ ہے جو ان کی معاملات و تعلقات کی درستگی کا بہترین مرقع ہے ۔ فرماتے ہیں ۔

لا یظلمہ ولا یخذلہ ولا یحقرہ — مسلمان مسلمان پر نہ ظلم کرتا
التقوی ھھنا ویشیر الی صدرہ ثلاث مرار — ہے نہ اسکو رسوا
بحسب امرء من الشر ان — کرتا ہے اور نہ حقیر سمجھتا ہے
یحقر اخاہ المسلم کل المسلم — پھر آپ نے اپنے دل کی طرف
علی المسلم حرام دمہ ومالہ وعرضہ ۱ — اشارہ کر کے فرمایا تقویٰ یہاں

ہوتا ہے یہاں پر مسلمان کی برائی کیلئے یہ کافی ہے کہ وہ اپنے مسلم بھائی کو حقیر سمجھے ۔ مسلمانوں کا سب کچھ مسلمانوں پر حرام ہے اسکا خون اسکا

۱ مسلم کتاب البر

مال اس کی عزت ۔

لا یؤمن احدکم حتی یحب لاخیہ ما یحب لنفسہ ۲ — کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا جب تک اپنے بھائی کیلئے وہ نہ پسند کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے ۔

ومن کان فی حاجۃ اخیہ کان اللہ فی حاجتہ ۳ — جو اپنے بھائی کی ضرورت پوری کرنے میں لگا رہتا ہے اللہ تعالیٰ اسکی ضرورت پوری کرنے میں لگا رہتا ہے

ان چند مثالوں سے اسلام میں انسانی اخوت کی اہمیت ہمارے سامنے کھل کر آگئی ہے ۔ اسلام نے اخوت انسانی کو جو مراعات دی ہیں اسکے بدیہی اور حقیقی نتائج کے طور پر ایک صالح اسلامی معاشرہ وجود میں آتا ہے جو ایک منزل تک مقصد اعلائے کلمۃ اللہ کو لیکر آگے بڑھتا ہے جسکے حصول میں ساری دنیا کے لئے امن و شانتی سکون و اطمینان راحت اور قرار ہے یہ وہ حقائق ہیں تاریخ کے صفحات جنکی جیتی جاگتی مثالوں سے بھرے پڑے ہیں اور دنیا میں پندرہ سو سال پہلے ایسا صالح معاشرہ وجود میں آچکا ہے جہاں انسانوں نے اسلامی حکومت کے زیر سایہ عدل و انصاف رحمت و شفقت و محبت و یگانگت کے وہ نمونے دیکھے ہیں جن کا اس دور کا انسان تصور بھی نہیں کر سکتا انشاء اللہ ہم انسانی اخوت کی اسلامی تاریخ بیان کرتے وقت اس کی مزید وضاحت کریں گے ۔

سب پہ جس بار نے گرانی کی
اس کو یہ ناتواں اٹھا لایا ۔

۲ بخاری کتاب الایمان ۳ مسلم کتاب البر

بلندیاں جن کے لئے جھک گئیں

(اختر عمران)

یہ واقعہ ۷۲ ہجری کا ہے جب حجاج نے مکہ معظمہ کو محاصرہ میں لیا تھا۔ حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ کعبہ میں پناہ گزیں ہوئے۔ حجاج کی منجنیقوں کے پھینکے ہوئے پتھر کعبے کے اندر گر رہے تھے۔ حضرت ابن زبیرؓ بہت واستقلال سے مقابلہ کرتے رہے۔ محاصرے کی طوالت نے قحط پیدا کر دیا اور محصورین فاقہ کشی کرنے لگے۔ حضرت ابن زبیرؓ کے ساتھی تنگ آ کر حجاج سے جا ملے ان کی تعداد دس ہزار بتائی جاتی ہے حتیٰ کہ ابن زبیرؓ کے دو بیٹے حضرت حمزہؓ اور حبیب بھی۔ حجاج کے پاس چلے گئے۔ حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ نے اپنی والدہ محترمہ اسماء بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مشورہ لیا۔

ایک عظیم ماں جس کی عمر سو سال ہو چکی تھی اور اس نے بہت صدمے جھیلے تھے اپنے بیٹے سے کہا "اگر تم اپنے آپ کو حق پر سمجھتے ہو تو حق پر جان قربان کر دو۔ اگر تمہارے ہزاروں آدمی تمہارا ساتھ چھوڑ گئے ہیں تو یہ نہ سمجھو کہ خدا بھی تمہارا ساتھ چھوڑ گیا ہے۔"

"والدہ محترمہ" ابن زبیرؓ نے کہا "میں حق کی خاطر تو جان دے دوں گا لیکن بنی امیہ کے لوگ میری لاش گھسیٹے پھریں گے۔"

"بیٹے!" ماں نے کہا "بکری ذبح ہو جاتی ہے تو کھال اترنے سے اسے کوئی تکلیف نہیں ہوتی۔ اللہ کی راہ میں جان دینے والے حق گو ایسی باتیں نہیں سوچا کرتے۔"

عبداللہ ابن زبیرؓ نے ماں کے برف جیسے سفید سر اور مرجھائے ہوئے ہاتھ چومے اور دشمن کے حصار میں جا کودے۔ جب شہید ہوئے تو ان کی زبان پر یہ الفاظ تھے۔

"ہم ان میں سے نہیں جو پیٹھ پھیرتے ہیں اور خون ان کی ایڑیوں پر گرتا ہے۔ ہم ان میں سے ہیں جن کے سینوں میں تیر اور برچھیاں لگتی ہیں اور خون ان کے پاؤں کے پنجوں پر گرتا ہے۔"

حجاج نے ابن زبیرؓ کا سر کاٹ کر خلیفہ عبدالملک کے ہاں بھیج دیا اور ان کا دھڑ شہر کے دروازے پر لٹکا دیا ایک روز ان کی ماں نے دھڑ لٹکتا دیکھا تو بڑے فخر سے بولیں۔ "ابھی وقت نہیں آیا کہ یہ شہسوار گھوڑے سے اترے۔"

**

نیوٹن

سر اسحاق نیوٹن ایک مشہور سائنسدان تھا جس سے کشش ثقل ارضی کا نظریہ منسوب ہے جس زمانے میں نیوٹن نے اپنا نظریہ اپنی مشہور کتاب "نیچرل فلاسفی کے اقلیدی اصول" میں پیش کیا تھا اسی زمانے میں ایک اور فلسفی لیبنز نے بھی یہی نظریہ پیش کیا تھا۔ اس پر یہ بحث برطانیہ کے رائل سوسائٹی میں چھڑ گئی کہ اس نظریے کا دریافت کرنے والا اصل کون ہے سر اسحاق نیوٹن نے رائل سوسائٹی میں خود تحریک کر کے ایک تحقیقاتی کمیٹی مقرر کروائی جس میں کوشش سے اپنے آدمی رکھوائے۔ حیرت انگیز انکشاف یہ ہے کہ تحقیقاتی کمیٹی کی رپورٹ نیوٹن نے خود لکھی پھر اس پر ایک تبصرہ اپنی مدح میں خود لکھا۔ یہ راز اس کی موت کے کافی مدت بعد کھلا۔

(ہفت روزہ ایشیا لاہور)

حقوق شہریت میں اسلامی مساوات کی ایک جھلک

سلطان احمد اصلاحی
ادارۂ تحقیق و تصنیف علی گڑھ

(۴)

(تسلسل کے لئے اگست [illegible] کا شمارہ ملاحظہ فرمائیں)

۶۔ جائداد کا حق

دنیا میں تو طبقات نابرابری (INEQUALITY) کی لعنت کا شکار رہے ہیں الغرض۔ زندگی کی دوسری نعمتوں کی طرح 'حقوق ملکیت' سے محرومی کا بھی سامنا کرنا پڑتا ہے۔ تاکہ وہ صبح و شام اپنے آقا کے در پر حسب معاش کے لئے مجبور رہیں۔ اور ان کے اندر یہ صلاحیت ہی نہ پیدا ہو سکے کہ وہ کسی دوسری سمت کا رخ کر سکیں جیسا کہ منوسمرتی کی صاف لفظوں میں تسلیم بھی کیا گیا ہے کہ:

"ایک برہمن بلا تامل اپنے شودر غلام کا مال لے سکتا ہے، کیونکہ کوئی مال بھی شودر کی ذاتی ملکیت نہیں ہوتا ہے۔ وہ ایک ایسی ہستی ہے جس کی جائداد اس کا آقا لے سکتا ہے" (۸: ۴۱۷)

اسلام نے اس کے برعکس ہر انسان کے لئے جائداد اور دولت کا حق تسلیم کیا ہے۔ قطع نظر اس سے کہ اس کا تعلق کس ذات اور کس برادری سے ہے یا وہ کس قوم یا کس نسل سے تعلق رکھنے والا ہے۔ قرآن صراحت کرتا ہے کہ:

لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوا — تمام مردوں کے لئے حصہ ہے اس میں سے جو وہ کمائیں اور
وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ — تمام عورتوں کے لئے حصہ ہے اس میں سے جو کہ وہ کمائی کریں
وَاسْأَلُوا اللَّهَ مِن فَضْلِهِ — اور مانگو اللہ سے اس کا فضل۔
إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا — اللہ کو ہر چیز معلوم ہے
(النساء: ۳۲)

اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے ہمارے دور کے مایہ ناز مفسر سید قطب شہید فرماتے ہیں کہ:

ومن هنا كانت المساواة[1] في حق التملك وحق الكسب بين الرجال والنساء من ناحية المبدأ العام — یہیں سے تمام مردوں اور عورتوں کے درمیان ملکیت کے حق اور کمانے کے حق میں مساوات قائم ہوئی ایک عام اصول کی حیثیت سے۔

یہ تو خیر دولت کمانے کی بات ہے جس میں فرق و رعایت کا جواز بالکل نظر کی بات ہے۔ لیکن قرآن وراثت کے اندر ہر شخص کو ایک متعین حق عطا کر کے اس بات کی دستوری ضمانت فراہم کر دیتا ہے کہ کوئی شخص دولت کمانے کے استحقاق سے محروم نہیں ہے اور ذات برادری کے کسی عنوان سے کسی شخص کو استحقاق ملکیت کے لئے نااہل (INVALID) نہیں قرار دیا جا سکتا ہے۔

---

[1] سید قطب شہید: فی ظلال القرآن جلد دوم۔

لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ نَصِيبًا مَّفْرُوضًا ۔
(النساء : ۷)

مردوں کے لئے حصہ ہے اس میں سے جو چھوڑ کر مریں ماں باپ یا رشتہ دار۔ اور عورتوں کے لئے حصہ ہے اس میں سے جو چھوڑ کر مریں ماں باپ یا رشتہ دار خواہ وہ تھوڑا ہو یا زیادہ۔ ہر ایک کے لئے ایک مقررہ حصہ ہے۔

اس طرح اسلام ہر آزاد شخص کے لئے ملکیت کا حق فراہم کرتا ہے۔ اسلام کے نزدیک کوئی قوم یا طبقۂ انسانیت پیدائشی اور نسلی طور پر کسی کا غلام نہیں کہ وہ صبح سے شام تک اس کی خدمت میں لگا رہے۔ اور اپنے لئے کسی قسم کے استحقاق کا دعویٰ نہ کر سکے۔ اسلام کی تعلیم ہے کہ مزدوروں کو پسینہ خشک ہونے سے پہلے اپنی مزدوری مل جانی چاہئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تاکید ہے کہ:

أعطوا الأجير أجره قبل أن يجف عرقه [1]

مزدور کو اس کی مزدوری چکا دو اس سے پہلے کہ اس کا پسینہ خشک ہو۔

جس سے علاوہ اور باتوں کے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ ایک آزاد شخص کے لئے ہر حال میں ملکیت کا استحقاق باقی رہتا ہے حتیٰ کہ مزدوری کی صورت میں بھی وہ اپنے کام سے پسینے سے کمائی دولت کا خود مالک ہوتا ہے۔ جسے اکٹھا کر کے وہ چھوٹے سے بڑا کاروبار کر سکتا ہے اور سماج میں اپنا جائز مقام پیدا کرنے کی کوشش کر سکتا ہے۔

آزاد انسان کو تو چھوڑیئے اسلام نے غلاموں کو بھی اس حق سے محروم نہیں کیا ہے۔ چنانچہ فقہاء نے ایسی بہت سی صورتیں تجویز کی ہیں جن میں ایک غلام آزادانہ اپنی روزی کما سکتا ہے اور چھوٹے سے بڑا کاروبار کر سکتا ہے [2]

۷۔ امان اور معاہدے کا حق

اسلام نے جس طرح معاشی سطح پر تمام مسلمانوں کے درمیان مساوات (EQUALITY) قائم کی ہے کہ ہر ایک کو دولت کمانے اور اسے اپنی مرضی کے مطابق صرف کرنے کا اختیار دیا ہے، اسی طرح اس نے سماجی اور سیاسی سطح پر بھی ہر کلمہ گو کو یکساں حقوق و اختیارات دیئے ہیں قطع نظر اس سے کہ اس کا تعلق کس طبقۂ انسانیت سے ہے یا وہ کس قوم اور کس نسل سے تعلق رکھنے والا ہے چنانچہ اس کے نزدیک امان اور معاہدے کا حق ہر مسلمان کو حاصل ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا واضح حکم ہے:

الْمُسْلِمُونَ تَتَكَافَأُ دِمَاؤُهُمْ وَهُمْ يَدٌ عَلَى مَنْ سِوَاهُمْ يَسْعَى بِذِمَّتِهِمْ أَدْنَاهُمْ [3]

تمام مسلمانوں کا خون یکساں ہے اور اغیار کے مقابلے میں وہ ایک دوسرے کے دست و بازو ہیں اور ان کا ادنیٰ ترین آدمی بھی کوئی ذمہ لے لے یا کوئی معاہدہ کرلے تو وہ سب کی طرف سے ہوگا۔

اسلام نے جس طرح مختلف انسانی طبقات کے درمیان امان اور معاہدے کے حق میں یہ مساوات قائم کی ہے اسی طرح اس نے مرد اور عورت کی دو الگ صنفوں کے درمیان بھی اسے قائم کر کے دکھایا ہے۔ چنانچہ اسلام کے نزدیک جس طرح مرد کو امان دینے کا حق ہے اسی طرح عورت کو بھی یہ حق حاصل ہے۔ چنانچہ مشہور واقعہ ہے کہ فتح مکہ کے

---

[1] ابن ماجہ۔ ابواب الرہون۔ باب اجر الاجراء۔

[2] ہدایہ ۳/۳۲۶ اور ۳۲۸

[3] ابوداؤد جلد ۲۔ کتاب الدیات۔ باب ایقاد المسلم بالکافر۔ نسائی جلد ۲۔ باب القود بین الاحرار والممالیک فی النفس۔ نیز بخاری جلد ۱ کتاب الجہاد۔ باب ذمۃ المسلمین واحدۃ یسعی بہا ادناہم۔ مسلم جلد ۱۔ کتاب العتق۔ باب تحریم تولی العتیق غیر موالیہ۔ ترمذی جلد ۲ ابواب الولاء والہبۃ۔ باب ما جاء من تولی غیر موالیہ او ادعی الی غیر ابیہ

موقع پر آپ کی چچا زاد بہن حضرت ام ہانی نے ایک مشرک کو پناہ دی تو آپ نے ان کی امان کو جائز قرار دیا۔ آپ نے فرمایا:

قد اجرنا من اجرت یا ام ہانی — اے ام ہانی! جس کو تم نے پناہ دی اس کو ہم نے پناہ دے دی۔ [1]

یہی نہیں بلکہ جس طرح آزاد انسانوں کو امان اور معاہدہ کا حق حاصل ہے اسی طرح غلاموں کو بھی اسلام نے یہ حق عطا کیا ہے چنانچہ امام ترمذی حضرت ام ہانی کے واقعہ مذکورہ سے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان:

قد امنا من امنت — جس کو تم نے امان دی اس کو ہم نے امان دی

کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ:

والعمل علی ھذا عند اھل العلم اجازوا امان المرأۃ وھو قول احمد واسحاق اجازا امان المرأۃ والعبد وقد روی عن عمر بن الخطاب انہ اجاز امان العبد [2] — اسی پر عمل ہے اہل علم کے نزدیک کہ انہوں نے عورت کی امان کو جائز قرار دیا ہے۔ یہی قول ہے احمد اور اسحاق کا کہ انہوں نے عورت اور غلام کی امان کو جائز قرار دیا ہے اور حضرت عمر سے بھی روایت ہے کہ انہوں نے غلام کی امان کو جائز قرار دیا ہے۔

حافظ ابن حجر نے اس سے متعلق حضرت عمر کے فرمان کو ان الفاظ میں نقل کیا ہے:

ان العبد المسلم من المسلمین وامانہ امانھم [3] — غلام مسلمان، مسلمانوں ہی کا ایک فرد ہے اور انہی کی طرح اس کی امان ان کی امان ہے۔

فقہاء کرام کی اکثریت بھی اسی خیال کی قائل ہے۔ چنانچہ امام شافعی، امام محمد اور ایک قول کے مطابق امام ابو یوسف کی یہی رائے ہے۔ [4] جبکہ بہت سے لوگوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان:

ذمۃ المسلمین واحدۃ یسعی بھا ادناھم [5] — تمام مسلمانوں کا ذمہ اور ان کا کیا ہوا معاہدہ ایک ہے۔ ان کا ادنیٰ ترین آدمی بھی کوئی ذمہ لے یا کوئی معاہدہ کرے تو وہ سب کی طرف سے ہوگا۔

کے عموم سے مستنبط قرار دیا ہے۔ چنانچہ علامہ نووی فرماتے ہیں:

وقولہ: یسعی بھا ادناھم فیہ دلالۃ لمذھب الشافعی وموافقیہ ان امان المرأۃ والعبد صحیح لانھما ادنی من الذکور والاحرار [6] — آپ کا فرمان: یسعی بھا ادناھم یعنی کمتر کا کیا ہوا عہد بھی سب پر ہوگا، شافعی اور ان کے مؤیدین کے لیے دلیل ہے کہ عورت اور غلام کی امان درست ہے۔ اس لیے کہ یہ مردوں اور آزاد انسانوں سے کم تر ہیں۔

---

[1] بخاری جلد ۱ کتاب الجہاد۔ باب امان النساء وجوارھن۔ ابوداؤد جلد ۲۔ کتاب الجہاد۔ باب امان المرأۃ
[2] ترمذی جلد ۱۔ ابواب السیر۔ باب ماجاء فی امان المرأۃ والعبد۔
[3] الدرایۃ فی تخریج احادیث الھدایۃ۔ کتاب السیر، الھدایۃ۔ جلد ۲/۱۵۲۔
[4] ہدایہ جلد ۲، بحوالہ سابق
[5] مسلم جلد ۱۔ کتاب الحج۔ باب فضل المدینۃ ودعاء النبی ﷺ فیھا بالبرکۃ
[6] شرح نووی بر مسلم جلد ۱/۴۴۲

غزلیں

از منصف مبارکپوری استاذ جامعۃ الفلاح

۱-

حوادث سے دلِ پُر شوق نے عزمِ جواں پایا
طریقِ عشق میں ہر خار کو گلشن نہاں پایا

خرد سے کب نہیں درسِ تن آسانی دیا دل کو
دلِ مشتاق نے لیکن اسے یکسر گراں پایا

نشانِ منزلِ مقصود جانا اہلِ دانش نے
طریقِ زندگی میں تیرا نقشِ پا جہاں پایا

ہے جب تک زندگی باقی بھلایا جا نہیں سکتا
ترے حسنِ نظر سے میں نے جو آرامِ جاں پایا

انھیں دیکھا جہاں میں نے تصویرِ حقیقت کی
شگفتہ رو، خجستہ خو، جمیل و دلستاں پایا

قد و قامت کی رعنائی پہ دل قربان کیا کیجے
جو کل سرو سہی تھا آج اسے میں نے کماں پایا

غمِ فرقت بھی رہتا ہے وصالِ یار میں شاید
گلوں کے ساتھ ہی بلبل کو میں نے نوحہ خواں پایا

شبابِ چند روزہ اور اس پہ اس قدر غرّہ
شگفتہ پھول سا میں نے جسے اک میہماں پایا

وہیں آگے کی بربادی مرا دل چھوڑنے لگتی ہے
جوانوں کو جہاں بے فکر و مستی میں رواں پایا

خزاں کے ہاتھوں جن شاخوں پہ پتے بھی نہ تھے باقی
انھیں شاخوں میں پھولوں کو پھر اک دلکش سماں پایا

مثالِ حسنِ گل آنکھوں میں میری بھر گیا منصف
کسی بلبل کو شاخِ گل پہ جب محوِ فغاں پایا

۲- اختر ایم اے

ہے دل اپنا نصیحت گر ہمارا
بہت ہی خوب ہے رہبر ہمارا

ہے خم غیروں کے در پہ سر ہمارا
بہت خستہ حال ہے اختر ہمارا

وفا کا جب سے تم نے عہد باندھا
ہواؤں کی زد میں ہے گھر ہمارا

یہ خوش بختی نہیں ہے تو اور کیا ہے
تیری محفل میں ہے ذکر اکثر ہمارا

سند حاصل نہیں جس کو تمہاری
وہ ہادی ہے نہ وہ رہبر ہمارا

تمہیں تسلیم کرنا ہی پڑے گا
منادی حق گلستاں پر ہمارا

سبک سارانِ ساحل کی بلا سے
سفینہ ہے بھنور میں گر ہمارا

یقیناً فیصلہ مظلومیت کا
کرے گا داورِ محشر ہمارا

عبادت کا تصور آتے ہی دل میں
یہی خطرہ یہی ہے ڈر ہمارا

بدل دیتا ہے رخ طوفان اپنا
بڑھا جاتا ہے جب تیور ہمارا

وفا کی راہ میں مردِ توکل
اثاثہ ہے یہی اختر ہمارا

(سید اسعد گیلانی)

انقلاب کے جاں گسل تقاضے

اے خوشا آں دم کہ در جنت ⭘ از ہستی خویشتن بہ پرہیز
بے خنجر و بے تیغ تیز بہ نشیں ⭘ یا از ہمراہ دوست پر خیز

حضرت خباب بن ارت سے روایت ہے :۔

ہم نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنی مشکلات کی شکایت کی اس حالت میں کہ آپ کعبے کے سائے میں چادر پر ٹیک لگائے تشریف فرما تھے۔ اور یہ وقت تھا کہ ہم مشرکین کی سختیاں جھیل رہے تھے۔ ہم نے عرض کیا "کیا آپ ہمارے لئے مدد نہ طلب فرمائیں گے؟ دعا نہ مانگیں گے ؟"

آپ نے فرمایا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور آپ کا چہرہ تمتا رہا تھا۔

"تم سے پہلوں کا یہ حال ہوا ہے کہ مرد مومن کو پکڑا جاتا اور زمین میں گڑھا کھود کر اس میں اسے ڈال دیا جاتا۔ پھر آرا لایا جاتا اور اس کے سر پر رکھ دیا جاتا اور دو ٹکڑے کر دئے جاتے۔ گوشت اور ہڈیوں میں لوہے کی کنگھیاں پھیر دی جاتیں۔ لیکن یہ سب کچھ مرد مومن کو دین حق سے باز نہ رکھتا۔ بخدا اللہ اس کام کو پورا کر کے رہے گا۔ یہاں تک کہ سوار صنعا یمن سے حضر موت تک سفر کرے گا۔ اور اس کو خدا کے سوا نے اور بکریوں پر بھیڑیوں کے حملے کے سوا کسی کا خوف نہ ہوگا۔ لیکن تم جلد بازی سے کام لے رہے ہو۔" (بخاری)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں دعوت کا آغاز کر چکے تھے عقبہ کے موقع پر رات کی مجلس میں مدینے کے ایک نوجوان اسعد بن زرارہ نے پورے وقار سے مخاطب ہو کر کہا۔

"ٹھہرو اے اہل یثرب !"

ہم لوگ جو ان (نبی صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس آئے ہیں تو یہ سمجھتے ہوئے آئے ہیں کہ یہ اللہ کے رسول ہیں اور انہیں یہاں سے نکال لے جانا تمام عرب سے دشمنی مول لینا ہے اس کے نتیجے میں تمہارے نوجوان قتل ہوں گے۔ اور تلواریں تم پر برسیں گی۔ لہٰذا اگر تم اسے برداشت کرنے کی طاقت اپنے اندر پاتے ہو تو ان کا ہاتھ پکڑو ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور اس کا اجر اللہ کے ذمے ہے اور اگر تمہیں اپنی جانیں عزیز ہیں تو پھر چھوڑ دو اور صاف صاف عذر کر دو کیونکہ اس وقت عذر کر دینا خدا کے نزدیک قابل قبول ہے۔"

عباس بن عبادہ بن نضلہ نے کہا :۔

"جانتے ہو اس شخص سے کس چیز پر بیعت لے رہے ہو؟"

آوازیں۔ "ہاں جانتے ہیں۔"

"تم اس کے ہاتھ پر بیعت کر کے دنیا بھر سے لڑائی مول لے رہے ہو پس تمہارا اگر یہ خیال ہو کہ جب تمہارے مال تباہی کے اور تمہارے اشراف ہلاکت کے خطرے میں پڑ جائیں تو تم اسے دشمنوں کے حوالے کر دو گے تو بہتر ہے کہ آج ہی اسے چھوڑ دو کیونکہ خدا کی قسم یہ دنیا اور آخرت کی رسوائی ہے اور اگر تمہارا ارادہ یہ ہے کہ جو بلاوا تم اس شخص کو دے رہے ہو اس کو اپنے مال کی تباہی اور اپنے اسوال کی ہلاکت کے باوجود نبھاؤ گے تو بے شک اس کا ہاتھ تھام لو کہ خدا کی قسم یہ دنیا اور آخرت کی بھلائی ہے۔"

آوازیں آئیں : "ہم اسے لے کر اپنے اموال کو تباہی اور اپنے اشراف کو ہلاکت کے خطرے میں ڈالنے کے لئے تیار ہیں۔"

یہ حضور اکرم کی شاندار اسلامی تحریک کا ایک منظر ہے۔ تحریکیں برپا ہوتی اور کشمکشیں نمودار ہوتی ہیں۔ انقلاب اسی طرح برپا ہوتے ہیں ایک غالب نظام زندگی کسی معاشرے پر اس طرح حاوی اور محیط ہوتا ہے۔ جس طرح کسی کر دار اور نازک ۔ ۔ ۔ پر آکاس بیل ہو

جڑ پکڑ گئی ہو۔ اس کے زنجیر نما ریشے ایک ایک تار پودے کے ایک ایک پتے، ایک ایک کونپل اور ایک ایک ٹہنی کو اپنی مضبوط گرفت میں لے لیتا ہے۔ اور جب اس محیط بیل کی گرفت سے اس پودے کو آزاد کیا جائے تو بیل کا ایک ایک تار حلقۂ زنداں بن کر ایک ایک پتی اور شاخ پر مزاحمت کرتا ہے۔ اور پودے کی آزادی کو اس طرح ناممکن بنا دیتا ہے جس طرح ناخن کا گوشت سے آزاد ہونا دشوار ہوتا ہے۔

پورے معاشرے کو اس عمل آزادی کی جدوجہد کے دوران میں کرب و اذیت سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ وہ یہ ممکن نہیں ہوتا کہ یہ کام ٹھنڈے پیٹوں ہنسی خوشی انجام پا جائے۔ جس طرح نازک جلد پر چپکے ہوئے کنکھجورے کو علیحدہ کرنا ایک دشوار کام ہے کہ وہ اپنے لاتعداد نوکیلے پاؤں گوشت کے اندر پیوست کئے رہتا ہے اور ایک ایک پاؤں کا اکھڑنا سخت کرب کا موجب ہوتا ہے۔ اسی طرح غالب نظام کے گڑے ہوئے پنجوں سے کسی معاشرے کی آزادی کا عمل انقلاب بھی بڑا جان جوکھوں کا کام ہے۔ اور اسے وہی لوگ انجام دے سکتے ہیں جنہوں نے سب طرف سے منہ موڑ کر اپنے آپ قبول کئے ہوئے مقصد کو ہی اپنا آپ حوالے کر دیا ہو اور اس مقصد کو کامیاب کرنے کی خاطر اپنی ساری متاع جھونک دینے کیلئے اسے ہتھیلی پر لئے پھرتے ہوں۔ جن لوگوں نے کسی مقصد کو قبول بھی کیا ہو اور پھر اس کی راہ میں کچھ تحفظات (Reservations) بھی رکھتے ہوں، ان کا کام کوئی انقلابی عمل انجام دینا نہیں ہے۔ بلکہ جب وہ تحریک انقلابی عمل کے مراحل طے کرے تو پھر اس کی خدمت کیلئے کرائے کے سپاہی بن جاتے ہیں۔

ہر انسانی معاشرہ زمانے کی کسی نہ کسی گردش کے ساتھ انقلاب سے دوچار ہوتا رہتا ہے۔ اور معاشرے کی زندگی کو برقرار رکھنے کیلئے ایسے انقلابی عمل کا بروئے کار آتے رہنا نہایت ضروری ہوتا ہے لیکن ایسے کسی انقلابی عمل کے موقع پر معاشرے میں کچھ قوتیں جو فکری لحاظ سے باہمی اختلاف رکھتی ہوں اور انسانی فلاح کے لئے مختلف پروگرام بھی پیش کرتی ہوں، ضروری آپس میں کشمکش کرتی ہیں اور جس قدر ان میں توانائی اور تضاد ہوتا ہے اسی نسبت سے وہ کشمکش کسی نتیجہ خیز صورت میں ظاہر ہونے سے پہلے جاں گسل اور شدید ہوتی ہے۔ ایسی تحریکیں حق پرستی کی مدعی ہوں یا باطل عزائم لئے ہوئے جہاں ان کے نتیجہ خیز ہونے کے لئے اپنے مخالفین کے ساتھ کشمکش ضروری ہے اور اس کشمکش کے بغیر کوئی انقلابی عمل ظاہر نہیں ہو سکتا بلکہ اگر ظاہر بھی ہو جائے تو اس کی بنیادوں میں ضرور ایسی کوئی خرابی رہ جاتی ہے جو بہت جلد اسے کمزور کر کے منہدم کر دیتی ہے۔

انقلابی عزائم لے کر قربانیاں کرنے کی مثالیں تاریخ انسانی میں ہر قابل ذکر تحریک کے دامن میں درخشاں ہیرے کی طرح نظر آتی ہیں جس کے پاس یہ چیز فراہم ہو سکی تاریخ نے اپنے صفحات پر اسے کوئی جگہ نہیں دی ہے۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ وہ تحریکیں جو حق کو مطمح نظر بنا کر اٹھیں اور جنہوں نے حق کا دامن پکڑا انہوں نے ایسی مثالیں پیش کی ہیں جو دنیا کے تمام باطل تحریکوں کے داعیوں کو بار بار مات دی ہے۔ اس لئے کہ باطل تحریکیں مادی منفعتوں کی لاگ سے بچ نہیں سکتیں۔ اور مادی منفعت کی کمی و بیشی خلوص اور معیار قربانی کو بھی کم و بیش کر دیتی ہے۔

انسانیت کے وجود میں آنے کے بعد سے اب تک ایک تحریک اسلامی ہی ہے جو تاریخ کے ہر دور میں بار بار ابھرتی رہی ہے۔ تحریک اسلامی سے مراد وہ تحریک ہے جس کے داعی اپنی قوم کو يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ (اے میری قوم کے لوگو، اللہ کی بندگی کرو، اس کے سوا تمہارا کوئی خدا نہیں ہے۔) کہہ کر مخاطب کرتے ہوئے انسانی تاریخ کے ہر دور میں آئے۔ زمانے کے بدلنے کے ساتھ صدیوں کے گزرنے کے ساتھ، تہذیبوں کے بدلنے کے ساتھ، تمدن کی ترقی کے ساتھ ہر دور میں، ہر جگہ، پیہم اور بار بار وہ آتے رہے اور یہی ایک بات کہہ کر وہ اپنی تحریک کا آغاز کرتے رہے۔

- اللہ کی حاکمیت تسلیم کرو، اس کے سوا کوئی الٰہ نہیں ہے۔
- رسول کی اطاعت کرو اس لئے کہ وہ اللہ کا پیغام لاتا ہے اور اس پر عمل کر کے دکھاتا ہے۔
- آخرت میں خدا کے سامنے جوابدہی کیلئے تیار ہو جاؤ وہ لازماً منعقد ہوگی۔

بار بار یہی دعوت مختلف زبانوں اور مختلف زمانوں میں

مختلف قوموں کے سامنے مسلسل پیش کی جاتی رہی اور اس دعوت کے جواب کو انسانوں کی طرف سے یکساں طرزِ عمل کا سامنا کرنا پڑتا رہا۔ تردید، تکذیب، ترغیب اور جبر و تشدد سے اس دعوت کا جواب دیا گیا۔ ان کے ساتھیوں کو اور ان کو ہمیشہ ستایا گیا۔ ان کی باتوں کا جواب ظلم و جور کے ہتھیاروں سے دیا گیا۔ کسی کو مجنون قرار دیا گیا۔ کسی کو جادوگر کہا گیا کسی کو وطن سے نکال باہر کیا گیا۔ کسی کو آگ میں جھونکا گیا۔ کسی کو قتل کیا گیا۔ کسی کو قتل کی دھمکیاں دی گئیں۔ کسی کا بائیکاٹ کیا گیا۔ کسی کے ماننے والوں کے خاندانوں کو قوت کے زور سے تباہ و برباد کیا گیا۔ کسی کو صلیب پر لٹکانے کے منصوبے بنائے گئے، اور کسی کو آروں سے چیر دیا گیا۔ پھر ان کے ماننے والوں کی آزمائشوں پر اگر آپ نظر ڈالیں تو تاریخ کی یہ درخشاں وہ داستانیں انسان کے جوہر کا بہترین نمونہ ہیں۔ کسی کو پہاڑ سے گرا دیا گیا۔ کسی کو آگ میں جھونکا گیا۔ کسی کو کوئلوں پر لٹایا گیا۔ اور کسی کو تپتی ریت اور جلتے ہوئے پتھر کی سلوں کے نیچے دبایا گیا۔ کسی کو زنجیریں ڈالی گئیں۔ اور کسی کے بدن کا ایک ایک عضو کاٹ کر پھینکا گیا۔ کسی کو گھاس اور پتے اور خشک چمڑا بھون کر کھانا پڑا تو کسی کو مار کے مارے نیم جاں کر دیا گیا۔ کسی کے پیچھے اوباشوں کی ٹولیاں پھرتیں اور اسے لہولہان کرتیں۔ کسی خاتون کو نیزہ مار کر شہید کر دیا گیا تو کسی کے گلے میں رسی ڈال کر اسے گھسیٹا گیا۔ کسی کے اپنے جگر کے ٹکڑے تلواریں کھینچ کر اس کے سامنے آ کھڑے ہوئے۔ اور اسے ان کے ساتھ نسل اور خون کا نہیں حق پرستی اور مقصد کا حساب چکانا پڑا تو کسی کی جائیدادیں گئیں، مال تباہ ہو گئے، کاروبار بیٹھ گیا۔ جو دیبا و حریر پہنتے تھے ان کو کھدر کا پیوند لگا کفن بھی نصیب نہ ہوا۔ جسم پر چیتھڑوں کے سوا کوئی لباس نہ رہا کسی کو بیس بیس سال کوڑے کھانے پڑے اور جیلوں میں سڑنا پڑا اور کسی کے بازو اکھڑوا دیے گئے۔ کسی کو زہر دیا گیا اور کسی کو راہِ حق میں لہو کے پیاسے ہزاروں دشمنوں کی فوجوں سے لڑ کر جان دے دینا پڑی۔

غرض انسانیت کی تاریخ میں اگر کوئی سرمایہ ملتا ہے اور کوئی جوہر ظاہر ہوتے ہیں تو اسی وقت جب کوئی انقلابی عمل کسی انسانی معاشرہ میں برپا ہوتا ہے اور اس کے بڑھنے کا راستے اور اس کی مزاحمت کرنے کے لیے انسان دو صفوں میں بٹ کر آمنے سامنے آ جاتے ہیں، حق و دشمنی اور حق و ناحق کا جب کبھی یہ معرکہ زمین پر برپا ہوتا ہے تو قدسیوں کی نگاہیں اس کے نتائج پر لگ جاتی ہیں اور انسانی تاریخ ایک نئے باب کا افتتاح کرنے کے لیے تیار ہو جاتی ہے۔"

کا شکر ہے ہم اس سے حیا کرتے ہیں۔ رسول صلی اللہ نے فرمایا حیا یہ نہیں ہے، بلکہ اللہ سے پوری طرح شرمانے کا مطلب یہ ہے کہ تم اپنے سر اور سر میں آنے والے برے خیالات کی نگرانی کرو (یعنی برے خیالات سے اپنے ذہن کو بچاؤ) اپنے پیٹ کو حرام غذا سے محفوظ رکھو موت و فنا کو یاد کرو۔ جو شخص آخرت کا طالب ہوتا ہے اس کو دنیا کی آرائش و زیبائش سے دلچسپی نہیں ہوتی اور آخرت کو دنیا پر ترجیح دیتا ہے یہ ہے مطلب اللہ سے پوری طرح شرمانے کا۔

اس حدیث سے حیا کا ایک جامع تصور سامنے آتا ہے حقیقت یہ ہے کہ انسان اللہ کی نعمتوں اور اس کے انعام و اکرام کا حق اسی وقت ادا کر سکتا ہے جبکہ اس کے اندر حیا کا جوہر موجود ہو۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کی تخلیق کی بنایا سنوارا، اس کے لیے زمین آسمان سورج چاند، ہوا، پانی غرض کی بے شمار نعمتیں بنائیں جس پر انسان پل رہا ہے اور بے شمار غذائیں ہیں جن سے انسان لطف اندوز ہو رہا ہے۔ ان تمام نعمتوں کا تقاضا ہے کہ انسان ان کو اللہ کے حکموں کے مطابق استعمال کرے۔ اور اپنے جسم، دماغ، ذہن و فکر، آنکھ، کان، پیٹ، تمام چیزوں کو اللہ کا مطیع و فرمانبردار بنائے۔ اور ان تمام غلط راہوں سے بچے جو جہنم کی طرف جاتی ہیں اور جن سے اللہ ناراض ہوتا ہے

غرض انسان اگر اپنی زندگی کے تمام گوشوں کو اللہ کی بندگی اور اطاعت میں دے اور ہر آن اس بات کا خیال رکھے کہ خدا کی دی ہوئی نعمتوں کا صحیح استعمال ہو رہا ہے تو یہی حیا ہے۔ اور یہ انسان کی کامیابی کی ضامن ہے۔

عبدالحئی فاروق نوری
درجہ عربی ہشتم

کمیونزم کی فکری بنیادیں

۲

جیساکہ اس سے پہلے بتایا جاچکا ہے کمیونزم محض ایک اقتصادی نظام نہیں بلکہ کریو ہنٹ (CREW-HUNT) کے الفاظ میں ۔۔۔۔۔۔۔ اس کا نظام ایک مکمل نظام ہے۔ ایسا کلی نظام جس میں انسانی فکر و عمل کے تمام پہلو ایک موثر اور فیصلہ کن اصول پر مبنی ہیں۔ ۱؎ کمیونزم اس دنیا سے ماوراء کسی ہستی کے وجود کا قائل نہیں اور ہر چیز کی مادی تعبیر اس کا بنیادی اصول ہے۔ مارکس (MARX) جو اس نظریے کا سب سے بڑا علمبردار ہے، نے مختلف ادوار میں سماجی اور معاشرتی تبدیلیوں کے مطالعہ سے یہ نتیجہ نکالا کہ ساری تبدیلیاں چند متعین اصولوں کی پابند ہیں اور جس طرح ہم موسمیات کی سائنس کے ذریعہ معلوم کر سکتے ہیں کہ آئندہ ۲۴ یا ۴۸ گھنٹوں میں موسم کیسا ہوگا۔ اسی طرح ہم ان سماجی قوانین کے ذریعہ معلوم کر سکتے ہیں دور غلامی دور جاگیرداری میں اور دور جاگیرداری دور سرمایہ داری میں کیسے تبدیل ہوا۔ اور سرمایہ داری دور اشتراکی دور میں کیونکر تبدیل ہو جائے گا۔

مارکس (۱۸۱۸ — ۱۸۸۳ء) سرمایہ دارانہ نظام کے عہد شباب میں پیدا ہوا ہے۔ یہ وہ دور تھا جب آزاد تجارت اور منافع کی ہوس نے سرمایہ داروں کو اندھا بنا رکھا تھا۔ مزدوروں سے اٹھارہ اٹھارہ گھنٹے کام لینے کے باوجود زندگی کی بنیادی ضروریات بھی فراہم نہ تھیں۔ مارکس نے دیکھا کہ ساری محنت تو مزدور کرتے ہیں مگر انہیں کچھ حاصل نہیں اور دوسری طرف سرمایہ دار صرف پیسہ لگا کر منافع پر منافع کمائے جا رہا ہے۔ اس نے سوچا کہ اس صورت حال کو تبدیل ہونا چاہیئے۔ اور ایسا نظام قائم ہونا چاہیئے جس میں یہ تفاوت نہ ہو بلکہ ہر شخص پیداوار میں اپنا فرض ادا کرے اور بقدر ضرورت کھانا، کپڑا اور مکان حاصل کرے۔ سرمایہ دارانہ نظام کے مقابلے میں پیش کیا ہوا یہی نظام کمیونزم کے نام سے مشہور ہوا۔

مارکس نے یہ بھی دیکھا کہ یہ سماج دور سرمایہ داری میں اچانک نہیں داخل ہوا ہے بلکہ انسانی زندگی کا ایک دور وہ بھی تھا جب ہر شخص اپنی ضرورت کی چیز بذات خود پیدا کرتا تھا۔ زراعت اتنے بڑے پیمانے پر نہ تھی، تجارت کا وجود نہ تھا، صنعتیں اتنی ترقی یافتہ نہ تھی۔ اس سے مارکس نے یہ نتیجہ نکالا کہ سماج میں ترقی واقع ہوئی ہے جو جاری ہے۔ اس طرح مارکس نے انسانی سماج کو حسب ذیل ادوار میں تقسیم کیا۔

۱۔ ابتدائی کمیونزم کا دور (Age of primitive Communism): سماجی ترقی کا یہ اولین دور ہے۔ جب لوگ پھلوں اور شکار پر زندگی بسر کرتے۔ وہاں طبقاتی نزاع کا کوئی وجود نہ تھا۔ انفرادی ملکیت کا تصور ناپید تھا، استحصال کا کوئی وجود نہ تھا اسی لئے مارکس نے اسکو Primitive Communism کا نام دیا ہے۔

۲۔ دور غلامی (Age of Slavery): یہ وہ دور ہے جب مادی حالات میں تغیر رونما ہوا۔ اور لوگوں نے زراعت اور مویشی پالنے کا کاروبار شروع کر دیا۔ انفرادی ملکیت کا آغاز ہو چکا تھا۔ سماج کے اندر ایک طبقہ وہ پیدا ہوا جو زمین اور دیگر ذرائع پیداوار پر قابض تھا اور دوسرا وہ طبقہ جس کے پاس صرف جسمانی محنت تھی۔ یہ اپنا پیٹ پالنے کیلئے پہلے طبقہ کی غلامی پر مجبور تھا۔

۳۔ دور جاگیرداری (Age of Feudalism)

غلامی میں مزید ترقی ہوئی اور بڑے بڑے جاگیردار پیدا ہوئے۔ دور غلامی میں تو کہیں کہیں چھوٹے پیمانے پر انفرادی زراعتیں موجود تھیں

۱؎ بحوالہ سوشلزم یا اسلام ص ۶۵ CREW HUNT. R.N. MAXISM PAST ADD PRESENT

گئے جاگیرداروں نے ان زمینوں پر پورا قبضہ جما لیا۔ جیسے بادشاہ عنایتاً دیا کرتا اور اصل مالکان اراضی سے بیگار لینے لگے۔ چھوٹی صنعتوں اور دستکاری پر بھی یہی لوگ قابض ہو گئے۔ اس دور میں غلامی اپنے عروج پر پہنچ گئی۔ اسی دور میں جاگیرداروں اور مزدوروں کے درمیان طبقاتی کشمکش کا آغاز ہوا۔ جو دن بدن شدت اختیار کرتی چلی گئی۔

۴۔ دورِ سرمایہ داری (AGE OF CAPITALISM)

انسان نے جیسے جیسے سائنسی میدان میں ترقی شروع کی پیداوار میں مختلف سمتوں سے ترقی ہونے لگی۔ مشینوں کی ایجاد نے صنعت و حرفت کو نہایت آسان بنا دیا۔ ابتدائی صنعتی پیداوار بقدر ضرورت یا خاص جاگیرداروں کے استعمال کیلئے ہوتی تھی مگر تمدن نے اسے ایک تجارت (TRADE) کی شکل دے دی۔ اب بڑے بڑے سرمایہ دار پیدا ہوئے جنہوں نے مزدوروں اور مشینوں کا استعمال کرکے بڑے بڑے پیمانے پر پیداوار شروع کی اور اس کی کھپت کے لئے عالمی منڈیاں بنائی گئیں۔ اب پیداوار کی منفعت حاصل کرنے کیلئے کی جانے لگی۔ اس بڑے پیمانے کی پیداوار کے لئے مزدوروں کی محنت زیادہ استعمال ہونے لگی اور اس کے مقابلے میں اس کی اجرت نہایت معمولی تھی۔ لہٰذا طبقاتی کشمکش میں مزید اضافہ ہوا۔

۵۔ پرولتاری ڈکٹیٹرشپ کا دور AGE OF (DICTATORSHIP OF PROLETARIAT)

: مارکسی نقطۂ نظر کی رو سے سرمایہ دار اور مزدور کی یہ کشمکش بالآخر مزدوروں کے غلبے پر منتج ہوگی۔ ایک دور ایسا آئے گا جب مزدور سرمایہ داروں کو ختم کرکے ان کی ملکیتوں پر قبضہ کر لیں گے

۶۔ غیر طبقاتی سماج (CLASSLESS SOCIETY)

یہ وہ ترقی یافتہ دور ہے جہاں مارکسی نقطۂ نظر کے مطابق انسانی سماج پہنچے گا۔ ایک وقت آئے گا جب کوئی حاکم ہوگا نہ محکوم نہ سرمایہ دار ہوگا نہ مزدور نہ استحصال کرنے والا ہوگا نہ کسی کا استحصال کیا جائے گا۔ ہر شخص اپنی صلاحیتوں کے مطابق سماج کی خدمت کرے گا۔ اور سماج اس کی ضروریات روٹی کپڑا اور مکان کا ذمہ دار ہوگا۔

سماج کے اندر یہ تبدیلیاں کیوں واقع ہوئی اور کیوں واقع ہونگی۔ مارکس کا پورا مطالعہ اسی کے گرد ہے۔ مارکس نے بتایا کہ ان ساری تبدیلیوں میں ذرائع پیداوار اہم ترین عامل ہیں۔ انسانی افکار و خیالات، مذہب، عقائد، سیاسی نظم، اقتصادی نظم یا تعلیمی نظم سب ذرائع پیداوار کے تابع ہیں۔ اور اگر سماج کے اندر کوئی تبدیلی کرنی ہو تو ذرائع پیداوار میں تبدیلی کافی ہے۔ (باقی آئندہ)

بقیہ فریضۂ مومن

حضرت جابر کا کہنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ برتر و بزرگ نے جبرئیل علیہ السلام کو وحی کی کہ فلاں فلاں شہر کا تختہ الٹ دو۔ انھوں نے کہا اے پروردگار! ان لوگوں میں تیرا فلاں بندہ بھی ہے جس نے ایک لمحہ کیلئے کبھی تیری نافرمانی نہیں کی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس شہر کو اس پر بھی اور ان سب لوگوں پر بھی پلٹ دو۔ اس لئے کہ وہ شخص برائی ہوتے دیکھتا تھا مگر اس کے چہرے کا رنگ کبھی میرے سلسلے میں ایک لمحہ کیلئے بھی بدلتا نہیں تھا (یعنی برائی سے اسے کوئی ناگواری نہیں ہوتی تھی جس کا اظہار چہرے کے رنگ کے بدلنے سے ہو سکتا)

ایمان کا سب سے چھوٹا اور کمزور ترین درجہ یہ ہے کہ برائی کو دل سے برا سمجھے اور دل کی ناگواری کا حال چہرے کی رنگت سے بھانپ لیا جاتا ہے۔ اور جب دل میں بھی ناگواری باقی نہ رہے تو پھر سمجھنا چاہیے کہ ایمان کا خاتمہ ہو چکا ہے۔ جیسا کہ دوسری حدیث میں فرمایا گیا کہ ولیس وراء ذالک حبۃ خردل من الایمان۔ یعنی اس کے بعد (پھر سمجھنا چاہیے کہ) رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان باقی نہیں رہا۔ اور ایسے لوگ اس دنیا میں بھی اللہ کے عذاب کے مستحق ہو جاتے ہیں۔ اور ان کا یہ استحقاق آخرت میں بھی باقی رہیگا

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنا فریضہ ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور دنیا و آخرت کے عذاب سے بچائے۔ آمین!

★★

طارق فارقلیط (فلاحی)

حسن البنا شہیدؒ

(ایک انقلاب انگیز شخصیت جو باطل کے سینے میں خنجر بنکر اتر گئی، جس نے
زمانے کے رخ کو موڑ دیا اور مقصد کی خاطر اپنے آپکو قربان کر دیا)

موسم سرما کی ایک خنک رات تھی۔ ہوا کے سرد جھونکے سردی میں اور اضافہ کر رہے تھے۔ اسماعیلیہ کے ایک قہوہ خانے میں لوگ انگیٹھیوں کے پاس بیٹھے ہوئے آگ اور قہوہ سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔ اور مختلف موضوعات پر بحث مباحثہ بھی ہو رہا تھا۔ کوئی سردی کا شکوہ کر رہا تھا۔ کوئی قہوہ کی افادیت پر گفتگو کر رہا تھا اور کوئی عالمی حالات پر۔ اتنے میں ایک نوجوان قہوہ خانے میں داخل ہوا۔ چند منٹ تک ماحول کا جائزہ لیتا رہا۔ اسکے بعد انگیٹھی سے تھوڑی سی آگ نکالا اور زمین پر اچھال دیا۔ لوگ اس نوجوان کیطرف متوجہ ہو گئے اور حیرت بھری آنکھوں سے اسکو گھورنے لگے گویا وہ یہ پوچھ رہے ہوں کہ تم نے یہ حرکت کیوں کی؟

پھر نوجوان کی آواز گونجی اور کانوں سے ہوتی ہوئی دلوں میں اتر گئی۔ اس نے کہا۔

دوستو! آپ اس آگ سے ڈرتے ہیں، یہ ڈرنے کی چیز نہیں ہے ڈرنے کی چیز تو جہنم کی وہ آگ ہے جو اس سے کئی گنا تیز ہے اور جس کو ہمارے گناہوں نے مزید بھڑکا رہا ہے۔

اسماعیلیہ کے قہوہ خانے میں یہ آواز اس وقت ابھری جب اسلام وہاں مذاق کا موضوع بنا ہوا تھا۔ اسلام کے خلاف پروپیگنڈہ شد و مد کے ساتھ جاری تھا۔ مصر کی فضاؤں میں مختلف نعرے بلند ہو رہے تھے۔ سعد زغلول کا یہ نعرہ "الدین للہ والوطن للجمیع" بہت مقبول ہوا۔ عورتوں کیلئے ان آزادیوں کا مطالبہ کیا جانے لگا جو مغرب میں اُن کو حاصل تھیں۔ دین اور سیاست دو الگ الگ ادارے قرار دیے گئے۔ قرآن اور اسلامی شعائر کا مذاق اڑایا جانے لگا۔ اور لوگ فرعون اور نمرود کو تحسین آمیز نگاہوں سے دیکھنے لگے کہا گیا۔ "ان العرب کانوا عربا قبل محمدؐ و موسیٰ" (عرب محمد اور موسیٰ علیہما السلام سے پہلے بھی عرب تھے۔) دمشق یونیورسٹی میں خدا کا علانیہ جنازہ نکالا گیا۔ حالت یہاں تک پہنچی کہ پارکوں اور باغوں میں اچھے اچھے مسلمان نماز پڑھتے ہوئے گھبرانے لگے۔ اسلام کی آواز کمزور پڑ گئی تھی اور ایک آدمی بھی اسکی حمایت میں علی الاعلان کچھ بولنے والا نہ رہا۔

ایسے نازک وقت میں قدرت نے ۱۹۰۶ء میں محمودیہ میں پیدا ہونے والے ایک نوجوان سے کام لیا۔ قدرت نے بڑے اچھے ڈھنگ سے اس کی تربیت کی تھی۔ اور بڑے ہی اچھے طریقے سے پروان چڑھایا تھا۔ اسکے دل و دماغ میں، خدا، رسول اور اسلام کی محبت کوٹ کوٹ کر بھر دی تھی۔ اس نے بچپن میں قرآن حفظ کر لیا تھا۔ پھر اسماعیلیہ کے ایک مدرسہ "الرشاد الدینیہ" میں داخل ہوا۔ اور وہاں اپنی تربیت پر خاص توجہ دی۔ ایک دن کی بات ہے وہ ٹہلتے ٹہلتے محمودیہ کی ندی پر چلا گیا۔ وہاں ایک بادبانی کشتی کھڑی تھی۔ اس میں

لڑکیوں کی ایک عریاں مورتی ٹنگی رہتی تھی نظر پڑتے ہی بے چین ہوگیا اور غیرت ایمانی جوش مارنے لگی، بھاگا بھاگا پولیس چوکی گیا۔ وہاں پولیس افسر سے اس مورتی کے خلاف احتجاج کیا اور اسے ہٹانے کی درخواست کی پولیس افسر کو اس معصوم سی جان پر پیار آگیا۔ اور اسکے جذبہ ایمانی سے بہت متاثر ہوا فوراً آیا اور مورتی ہٹوادی۔

اسی زمانے میں مدرسہ الرشاد والدینیہ کے طلبہ نے جمعیۃ اخلاق ادبیہ کے نام سے ایک بزم قائم کی اور اس نوجوان کو اپنا صدر منتخب کیا۔ لیکن یہ نوجوان اس بزم پر کہاں قناعت کرسکتا تھا۔ اس نے گاؤں میں "جمعیۃ منع المحرمات" نام کی ایک انجمن قائم کی۔ اسکا کام یہ تھا کہ جو لوگ خدا کے قائم کئے ہوئے حدود سے تجاوز کرتے اور محرمات کا ارتکاب کرتے ان کو گمنام خطوط کے ذریعہ روکا جائے اور خدا اور آخرت کا خوف دلایا جائے۔

سنہ ۱۹۲۰ء ۱۴ سال کی عمر میں یہ نوجوان ٹیچر ٹریننگ اسکول میں داخل ہوا اور یہاں حصافیہ کے نوجوانوں سے ملکر جمعیۃ حصافیہ خیریہ قائم کیا اور یہیں روحانی ترقی کے مدارج بھی طے کئے۔ اس انجمن کے دو مقاصد تھے ایک اخلاق فاضلہ کی دعوت دینا اور دوسرے عیسائی مشنریوں کے فتنہ کا سد باب کرنا جو علاج و معالجہ، تعلیم اور یتیموں کی مدد کے نام پر عیسائیت کا پرچار کررہی تھیں۔

سنہ ۱۹۲۳ء میں اس نوجوان نے قاہرہ یونیورسٹی سے گریجویشن کیا جہاں جدید علوم پر خاص توجہ دی جاتی تھی۔ دارالعلوم قاہرہ میں اس نوجوان کو مضمون لکھنے کو دیا گیا اسکا عنوان تھا "تعلیم کے بعد آپ کیا کام کرنے کی خواہش رکھتے ہیں اور اس کے لئے کیا وسائل اختیار کریں گے؟"

اس نوجوان نے اسکے جواب میں لکھا "میں داعی اور معلم بننا چاہتا ہوں دن کو اور سال کے اکثر ایام مصر کی نئی نسل کو تعلیم دونگا اور راتوں کو اور چھٹیوں کے ایام میں ان کے والدین کو دین کے مقصد سے آگاہ کرونگا۔ انہیں بتاؤنگا کہ سعادت کا سرچشمہ کہاں ہے اور زندگی کی مسرتیں کیسے دستیاب ہونگی۔ اس غرض کے لئے ہر وہ وسیلہ اختیار کرونگا جو میرے بس میں ہوگا۔ تقریر سے، گفتگو سے، تالیف و تصنیف سے، گشت گردی اور بادیہ پیمائی سے، الغرض ہر مؤثر ہتھیار سے مدد لونگا۔

یہ ہے اس نوجوان کے خیالات جس پر اس کی پوری زندگی شاہد ہے۔

مصر کے اندر برائیوں کا جو سیلاب آیا ہوا تھا اور نوجوان جسطرح اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہے تھے اسکو دیکھ دیکھ کر اس نوجوان کا دل کڑھتا تھا اور بے چین ہوجاتا اور وہ سوچا کرتا کہ آخر اس کا رخ کسطرح موڑا جائے اور کس طرح اس ماحول کو تبدیل کیا جائے۔ اس نے اول اول جمعیۃ مکارم اخلاق جو قاہرہ کے فساد زدہ ماحول میں امید کی ایک کرن تھی میں شمولیت اختیار کی اور دعوت کے لئے پبلک اور عوامی مقامات کو منتخب کیا۔ قہوہ خانوں اور ٹی اسٹالوں کو نشانہ بنایا اور اسطرح اصلاح و دعوت کا یہ تجربہ کامیاب رہا۔

لیکن برائیوں کے مقابلے میں یہ کوششیں بہت کمزور تھیں برائیاں اور اہل شر منظم تھے۔ ان کو پیش کرنے کا انداز فلسفیانہ تھا۔ عوام کے سامنے پہلی بار برائیاں فلسفیانہ انداز میں حسین رخ لئے ہوئے آئی تھیں اس لئے وہ ان کے لئے بڑی پرکشش تھیں اور وہ ان کی طرف کھینچے چلے جارہے تھے۔ پھر جو لوگ برائیوں کے علمبردار تھے ان کے ہاتھ میں حکومت، طاقت، پریس، پبلسٹی کے طاقتور ذرائع تھے۔ اور اسکے ذریعہ سے وہ ماحول پر چھاتے چلے جارہے تھے۔ اس نوجوان نے سوچا ان باطل افکار و نظریات اور شروفساد کا مقابلہ اصلاحی انجمنوں سے نہیں کیا جاسکتا۔ بلکہ اس کے لئے ایک منظم

پلان اور ایک منظم منصوبہ بندی کی ضرورت ہے۔ برائیوں کو ختم کرنے کیلئے نیکیوں کا سیلاب اسی طاقت اور قوت سے لانا ہوگا اور یہ نظم، اتحاد اور پلان کے بغیر ناممکن ہے پھر اس نے مصر کی بڑی بڑی دیندار شخصیتوں سے ملاقاتیں کی اور انکی توجہ ادھر مبذول کرائی۔ وہ سید رشید رضا، محب الدین الخطیب سے گفتگو کی شیخ محمد خضر حسین سے ملاقات کیا اور بالآخر اسماعیلیہ کے سنجیدہ اور باشعور لوگوں کی ایک جماعت انکا نوجوان کے گرد جمع ہوئی اور مارچ ۱۹۲۸ء کو ایک جماعت کی تشکیل ہوئی۔ اس جماعت کا نام "اخوان المسلمون" رکھا گیا۔ اور وہ نوجوان حسن البناؒ کے نام سے مشہور ہوا۔

حسن البنا اور ان کے رفقاء نے اسماعیلیہ سے کام کا آغاز کیا اور دو سال تک خاموشی کے ساتھ بندگی رب کا پیغام عام کرتے رہے۔ انھوں نے مسجدوں کو اپنا مرکز بنایا۔ اور پوری زندگی کو اسلام کے رنگ میں رنگ دینے کا نعرہ دیا۔

نواحی بستیاں بھی ان کی دعوت سے متاثر ہوئیں جہاں انھوں نے عوام کو متوجہ کیا اور ایک ایک بستی ایک ایک گاؤں اور ایک ایک دروازے پر دستک دی۔ حسن البنا کے الفاظ میں - "جماعت کے کارکنوں نے کوئی قصبہ اور بستی ایسی نہ چھوڑی جہاں وہ نہ پہنچے ہوں۔ مسجدوں میں گھروں میں اور چوپالوں میں جا جا کر انھوں نے دعوت پھیلائی۔"

۱۹۳۲ء میں حسن البناؒ اسماعیلیہ سے قاہرہ منتقل ہو گئے۔ اور دعوت ایک نئے مرحلہ میں داخل ہو گئی۔

حسن البناؒ اور ان کے رفقاء بڑی خاموشی کے ساتھ دعوت کو عام کرتے رہے انھوں نے وعظ و نصیحت جمعہ کے خطبات درس قرآن تقریر و تحریر جیسے طریقے سے اپنی دعوت کو آگے بڑھایا۔ تعلیم بالغان، کلب، مدرسوں کا قیام، خدمت خلق کے ادارے، مختلف ذرائع اختیار کئے بڑے بڑے لیڈروں، وزیروں اور بادشاہوں کو خطوط لکھے اور انھیں اسلام کے مطابق زندگی گزارنے اور اسلامی قوانین کے مطابق معاشرے کی تعمیر کیلئے دعوت دی اور اس طرح انھوں نے اپنا تن، من، دھن سب اس تحریک کی نذر کر دیا۔ یہ تحریک بڑی تیزی سے آگے بڑھی لوگوں نے اسکا شایان شان استقبال کیا صرف ابتدائی پانچ سالوں کے اندر ہزاروں لوگ اس میں داخل ہو چکے تھے۔ اور اخوان کا دائرہ بہت وسیع ہو گیا تھا۔

اپنی دعوت کو عام کرنے کیلئے اخوان نے صحافت سے بھی کام لیا اس کیلئے انھوں نے ہفت وار التعارف، الشعاع اور ماہنامہ المنار نکالا اور اسطرح مصر کی زمین مدتوں بعد اسلامی صحافت سے آشنا ہوئی۔

اخوان المسلمون نے باہر کے عرب ممالک سے تعلقات بڑھائے ان کے یہاں وفود بھیجے اور وہاں شاخیں قائم کیں۔

اب اخوان المسلمون حسن البناؒ کی قیادت میں ایک مضبوط تنظیم بن گئی۔ جو ایک مقصد، ایک نصب العین اور اپنے طریقہ کار سے پہچانی جاتی تھی۔ چنانچہ ۱۹۳۹ء میں قاہرہ میں اخوان المسلمون کی پانچویں کانفرنس میں حسن البناؒ نے بڑے ہی وسیع انداز میں اپنی تحریک، نصب العین اور طریقہ کار کا تعارف کرایا۔

دعوت کے بارے میں آپؒ نے فرمایا: "الاخوان المسلمون" ایک سلفی دعوت ہے اس لئے کہ اخوان اسلام کی ابتدائی صورت کی طرف لوٹنے کی دعوت دیتے ہیں اور کتاب اللہ اور سنت رسول کے اصل سرچشموں کی طرف بلاتے ہیں یہ ایک طریقہ سنیت ہے اس لئے کہ اخوان تمام معاملات اور عبادات میں سنت مطہرہ کی پابندی کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ ایک "تصوف" ہے اس لئے کہ اخوان کے خیال میں نیکی کی بنیاد طہارت نفس

صفائی قلب عمل پیہم مخلوق سے بے نیازی، الحب فی اللہ اور تعاون عملی تجربہ ہے۔ یہ ایک سیاسی جماعت ہے اس لیے کہ اخوان ایک طرف حکومت سے داخلی اور خارجی امور میں اصلاح کا مطالبہ کرتے ہیں اور دوسری طرف قوم کو خود داری اور عزت نفس کی تربیت دیتے ہیں۔ یہ ایک عسکری تنظیم ہے اس لیے کہ اخوان جسمانی تربیت کی طرف خاص توجہ دیتے ہیں۔ اور اسپورٹ گروپ کی تشکیل کرتے ہیں یہ ایک ثقافتی انجمن ہے۔ اس لیے کہ اخوان کا کلب فی الواقع تعلیم و تہذیب کی درسگاہ ہیں اور عقل و روح کو جلا دینے کے ادارے ہیں یہ ایک اقتصادی کمپنی ہے اسلیے کہ اسلام نے خاص نقطہ نظر کے تحت کسب مال کی ہدایت کی ہے اور اور اخوان نے اسلامی تعلیمات کے مطابق قومی اقتصادیات کو مضبوط کرنے کے لیے تجارتی اور اقتصادی کمپنیاں قائم کر لی ہیں۔ یہ ایک اجتماعی نظریہ ہے اسلیے کہ اخوان معاشرے کے تمام امراض کی طرف متوجہ ہیں ان کے علاج کی فکر کرتے ہیں اور امت کو ان سے نجات دلانے میں سرگرم ہیں۔"

مقصد اور طریقہ کار کے بارے میں فرمایا "الاخوان کی کوششوں کا مقصود و مطلوب بس یہ ہے کہ مسلمانوں کی نئی نسل کو اسلام کی صحیح تعلیمات سے اس درجہ آشنا کر دیا جائے کہ وہ زندگی کے سارے گوشوں کو مکمل طور پر اسلام کے رنگ میں رنگ دے" طریقہ کار کو ان الفاظ میں واضح کیا "رائے عامہ کو بدلا جائے اور دعوت کے علمبرداروں اور حامیوں کی اسلامی تعلیمات کے مطابق تربیت کی جائے تاکہ وہ اسلام کی وابستگی اور اسلام کی پیروی کے لیے نمونہ بن سکیں"

کارکنوں کیلئے ایک آئیڈیل داعی کا نمونہ اسطرح پیش کیا۔ جس وقت تم میں سے تین سو ایسے تیار ہو جائیں جن میں سے ہر ایک اپنے آپ کو تیار کر چکا ہو۔ روحانی طور پر ایمان اور عقیدہ کی طاقت سے مسلح ہو۔ فکری طور پر علم و ثقافت کے جوہر سے آراستہ ہو۔ اور جسمانی طور پر ریاضت اور عسکری تربیت میں کامل ہو چکا ہو۔ اس وقت تم مجھ سے مطالبہ کر سکتے ہو کہ میں لے کر سمندر کی پہنائیوں کو چیر جاؤں، آسمان کی بلندیوں کو جا لوں اور ہر باطل قوت سے ٹکرا جاؤں اس وقت ایسا کرنے میں انشاء اللہ مجھے کوئی باک نہ ہوگا۔

اب الاخوان المسلمون پورے عروج کو پہنچ چکی تھی۔ قریہ قریہ، بستی بستی اور شہر شہر اس کی شاخیں قائم ہو گئیں تھیں صرف مصر کے اندر اس تحریک کی دو ہزار شاخیں تھیں۔ اور اس کے ممبروں کی تعداد میں روز افزوں اضافہ ہو رہا تھا۔ ٹائمز آف لندن کی اطلاع کے مطابق صرف مزدوروں کے اندر اسکے ارکان کی تعداد ۳ سے ۶ لاکھ کے درمیان تھی۔ ٹائمز آف لندن نے حسن البناؒ کا یہ بیان نقل کیا ہے۔ کہ وہ پانچ لاکھ اخوان کے نمائندے ہیں اور یہ ۵ لاکھ ۲ کروڑ عربوں اور ۳۰ کروڑ دنیا کے مسلمانوں کی امنگوں کے ترجمان ہیں۔

مصر سے باہر شام میں مصطفیٰ سباعی کی قیادت میں ۱۹۳۷ء میں اخوان کی شاخ قائم ہوئی ۱۹۴۶ء میں فلسطین میں اسی وقت اردن میں اس کی شاخیں قائم ہوئیں

اخوان نے اپنی اقتصادی پالیسیوں محنت اور لگن کی وجہ سے اقتصادی میدان میں غیر معمولی ترقی کی جسکی وجہ سے مزدوروں کے اندر ان کا زبردست اثر و رسوخ قائم ہو گیا۔ تربیت و تنظیم کے لحاظ سے بھی بہت آگے نکل گئے اور مختلف عسکری دستے تشکیل دیئے۔

تعلیم یافتہ طبقہ، علماء، پروفیسرز، وکلاء، طلباء ہر طبقہ میں ان کا اثر و نفوذ بڑھتا گیا۔ یونیورسٹیوں کے اندر اخوانی طلبہ کلی طور سے چھا گئے۔

اپنی پالیسی کے مطابق جس کو اخوان نے ۱۹۴۱ء کے اجلاس میں طے کیا تھا۔ اخوان انتخاب میں حصہ لیں گے اور اسلامی نظریہ کی برتری کے لیے جماعت کے

اہل تر افراد کو کھڑا کریں گے ؟ انتخابی میدان میں اتر آئے حسن البنا شہید اسماعیلیہ سے کھڑے ہوئے عوام نے زعیم الجماعۃ الاسلامیہ "اسلامی احیاء کے علمبردار حسن البنا کو پہلی بار اپنی جیب سے روپیہ خرچ کرکے جتایا۔ لیکن حکومت نے اس انتخاب کو باطل قرار دے دیا۔ اور دوبارہ انتخاب میں ایسی صورت حال پیدا کردی گئی کہ حسن البنا کو ہارنا پڑا۔

یہ دوسری جنگ عظیم کا دور تھا۔ برطانوی سامراج مصر پر قابض تھا۔ اور مصری حکومت اس کے رحم و کرم پر تھی۔ فاروق برائے نام بادشاہ تھا۔ اس کے وزراء جو آئے دن بدلتے رہتے تھے۔ انگریزی سامراج کے اشاروں پر ناچتے تھے۔ اور ان کو خوش کرنے کیلئے ہر حربہ استعمال کرنے پر تلے ہوئے تھے۔ اخوان کے اثر و رسوخ طاقت اور قوت کو دیکھتے ہوئے انہوں نے محسوس کرلیا کہ یہ ہمارے لئے خطرہ ہیں۔ اور سارے مسلمانوں کو قرآن کا حیات بخش پیغام دے کر بیدار کر رہے ہیں۔ انہوں نے حکومت پر دباؤ ڈالنا شروع کیا۔ اور حکومت ان کو آنکھیں دکھانے لگی۔

حسین سری پاشا کی وزارت کے زمانے میں اخوانیوں پر تشدد کی ابتداء ہوئی۔ اخوان کا آرگن ہفتہ وار التعارف بند ہوا پھر ماہنامہ المنار پر پابندی لگائی گئی۔ اور انہیں کسی قسم کا لٹریچر چھاپنے سے روک دیا گیا۔ تحریک کے رہنماؤں کو مختلف مقامات پر بھیج دیا گیا۔ حسن البنا کو قاہرہ سے قنا اور احمد السکری کو دمیاط بھیج دیا گیا۔ لیکن عوام کے دباؤ کی وجہ سے مصری پارلیمنٹ میں ہنگامہ برپا ہوا اور اس اقدام کو واپس لینا پڑا

حسین سری پاشا کے بعد مصطفیٰ نحاس پاشا کے دور میں بھی تشدد میں کوئی فرق نہ آیا بلکہ سلسلہ برابر جاری رہا۔ مرکزی دفاتر کو چھوڑ کر تمام شاخیں اور شعبے بند کر دیئے گئے۔

احمد ماہر پاشا کی وزارت نے اتحادیوں سے مل کر جرمنی اور اٹلی سے اعلان جنگ کر دیا۔ اخوان المسلمون نے اس فیصلے کو منسوخ کرنے کا مطالبہ کیا۔ مصری عوام بھی غیظ و غضب سے بھر گئی اور احمد ماہر پاشا کے خلاف ہو گئی۔ احمد ماہر ایک شخص کی گولی کا نشانہ بن گیا اور تشدد کا نشانہ اخوان کو بنایا گیا۔ وجہ یہ تھی کہ احمد ماہر کے قاتل نے یہ کہا کہ اعلان جنگ سے پہلے ملک کے زعماء سے مشورہ کرنا چاہیئے تھا اور ان میں حسن البنا کا بھی نام لیا حسن البنا۔ اخوان کے جنرل سکریٹری اور دوسرے رفقاء گرفتار کرلیے گئے آخر عدالت نے رہائی کے احکامات جاری کئے۔

اسی زمانے میں برطانیہ، روس، امریکہ اور یہودیوں کی سازش سے ارض فلسطین پر یہودیوں کی حکومت قائم کی گئی۔ تمام دنیا کے مسلمان اس پر چیخ اٹھے، اخوانی اسکو کیسے برداشت کر سکتے تھے ۱۲ دسمبر ۱۹۴۷ء کو اخوان نے زبردست جلوس نکالا، اور حسن البنا نے خود اس کی قیادت کی۔ ۶ مئی ۱۹۴۸ء کو الاخوان کی فاؤنڈیشن کونسل کا اجلاس ہوا۔ اس میں حکومت مصر اور تمام عرب حکومتوں سے مطالبہ کیا گیا کہ اسرائیل سے جہاد کا اعلان کیا جائے۔

۱۵ مئی ۱۹۴۸ء کو عرب لیگ کے زیر اہتمام فلسطین میں عرب فوجیں اتر گئیں، اخوان بھی ان کے ساتھ تھے۔ انہوں نے شجاعت مردانگی اور بہادری کے وہ جوہر دکھائے جس کی مثال بہت کم ملتی ہے۔ اسلئے یہودی، امریکی، برطانوی پریس چیخ اٹھے اور ہر طرف سے اخوان پر پابندی کا مطالبہ شروع ہوگیا۔ اس وقت نقراشی پاشا کی حکومت تھی۔ وہ اخوانیوں کے اثر و رسوخ اور بڑھتی ہوئی طاقت قوت اور مقبولیت سے خائف تھا۔ ادھر شاہ فاروق کو بھی اپنا اقتدار خطرے میں نظر آنے لگا

تھا چنانچہ اپنے سرپرستوں کو خوش کرنے کیلئے ۸ دسمبر ۱۹۴۸ء
کو مارشل لاء آرڈی ننس نمبر ۶۳ کے ذریعہ اخوان کو خلاف
قانون قرار دے دیا گیا۔ ان اقدامات پر ظلم و ستم کے وہ پہاڑ
توڑے گئے جس کو الفاظ میں بیان نہیں کیا جاسکتا۔ ہزاروں
اخوانیوں کو جیلوں کے اندر بند کر دیا گیا۔ ان کے گھروں کی
تلاشی لی گئی ان کو سخت اذیتیں دی گئیں ان کی عورتوں
کی بے حرمتی کی گئی۔ اور ان کو طرح طرح سے ظلم و جور کا
نشانہ بنایا گیا۔ بالآخر نقراشی بھی ایک نوجوان کے ہاتھوں
قتل ہوا۔ اس کے بعد عبدالہادی پاشا آیا اور اس نے
بقیہ کسر پوری کر دی۔

حسن البناؒ کی آواز کو دبانے اور ان کی دعوت کو
ختم کرنے کے لئے ایک منظم پلان تیار کیا گیا۔ ان کی نقل
و حرکت پر پابندی لگا دی گئی اور ۱۲ فروری ۱۹۴۹ء کو جمعیۃ الشبان
المسلمین کی آفس کے سامنے ان پر گولیاں برسا کر شہید کر دیا
گیا۔ امامؒ کو جب گولی لگی تو آپ ٹیکسی سے فوراً اتر گئے
اور یہ کہتے ہوئے جمعیۃ الشبان المسلمین کے دفتر میں داخل
ہوئے مجھے قتل کر دیا گیا۔ مجھے قتل کر دیا گیا۔

قتل کرنے والوں میں محمود عبدالمجید لیفٹیننٹ کرنل
میجر محمد الجزار خفیہ پولیس کی پولیٹیکل برانچ کا افسر شاہ فاروق
کا خادم خاص محمد حسن اور سارجنٹ میجر محمد محفوظ گاڑی کا
ڈرائیور بھی تھا۔ گاڑی کا نمبر ۹۹۷۹ تھا جو جرائم کے شعبہ کے
انچارج لیفٹیننٹ محمود عبدالمجید کی تھی۔

نماز جنازہ بوڑھے باپ نے تنہا ادا کی اور گھر کی عورتوں
نے ان کو دفن کیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حسن البناؒ شہید ہو گئے۔ اپنے مقصد کے لئے انہوں
نے اپنی تمام توانائیاں نچوڑ دیں۔ وقت لگایا، دماغ لگایا،
قوت اور صلاحیت لگائی، دھن اور دولت صرف کر دیا
اور بالآخر اپنے جسم کا ایک ایک قطرہ خون بھی نچوڑ دیا،
وہ شہید ہو گئے۔ امر ہو گئے، زندہ جاوید ہو گئے

ان کا خون مصر کے ایک ایک ذرے میں جذب
ہو گیا۔ ہوا نے اسے پوری دنیا میں بکھیر دیا۔ اور
پوری دنیا سراپا انقلاب بن گئی۔ دیکھئے آج بھی حسن البناؒ
کی آواز گونج رہی ہے۔ "انقلاب انقلاب اسلامی انقلاب"
کیا ہمارے نوجوان اس آواز پر کان لگائیں گے۔
(ماخوذ از المسلمون از خلیل حامدیؒ سے استفادہ)

••

بقیہ: تعارف و تبصرہ

مصباح: التطہر: التنزہ والکف عن الاثم (جلد ۲ صفحہ ۹۱)
لسان العرب میں ہے "التنزہ والکف عن الاثم وما لا یجمل"
"تطہر" دراصل طہارت کا مبالغہ ہے اس کا معنی ہے
بہت زیادہ پاکیزگی اختیار کرنا، ہر قسم کی گندگیوں اور آلودگیوں سے
دور رہنا آیت کا ترجمہ ہوگا۔

"نکالو ان کو اپنی بستی سے کیونکہ یہ بڑے ہی پاکباز لوگ ہیں"

حقیقت میں حضرت لوطؑ اور ان کے ساتھیوں کے لئے ان کی
قوم نے بڑا ہی گہرا طنز استعمال کیا ہے کہ یہ پاکیزہ ترین لوگ ہیں ہم گندے
لوگوں میں یہ بھلا کیسے رہ سکتے ہیں۔ ان کو یہاں سے نکالو جائیں کہیں
پاک و صاف ماحول میں۔

اس میں شک نہیں کہ باب تفعّل کا خاصہ تکلف بھی ہے لیکن
خاصیات ابواب سماعی ہیں قیاسی نہیں تفعل کے ہر باب میں تکلف
پیدا کرنا بجائے خود بہت بڑا تکلف ہے۔

ویسے مجموعی لحاظ سے "دعوۃ القرآن" بڑی ہی عمدہ تفسیر ہے
اور مجموعہ تفاسیر میں ایک قابل قدر اور گرانمایہ اضافہ ہے۔ کارکنان تحریک
کے لئے تو ایک بیش بہا نعمت ہے۔

★★

تبصرہ کیلئے کتاب کی دو جلدیں
ارسال فرمائیں۔ شکریہ

از: ایف فلاحی

جہاں نما

بھوپال میں موت کا رقص

گھر کے باہر اپنے دروازے پر ایک بوڑھا آدمی بیٹھا ہوا ہے۔ اس کے دونوں ہاتھ بار بار چہرے کو مس کر رہے ہیں۔ اس کا چہرہ مرجھایا ہوا ہے۔ اس کے اوپر مصائب کے پہاڑ ٹوٹ پڑے ہیں۔ اس کے خاندان کے تمام افراد ایک ایک کر کے چند ہی لمحوں میں اس کا ساتھ چھوڑ چکے ہیں اور وہ اس دنیا میں اکیلا رہ گیا ہے۔ اس کی آنکھوں میں شدید جلن ہے۔ اور سوجن آگئی ہے۔ درد اور چبھن سے وہ بیقرار ہو ہو جاتا ہے۔

ریلیف کا کام کرنے والے اس کے پاس جاتے ہیں اور اس سے مخاطب ہوتے ہیں بابا! آنکھوں میں دوا ڈلوا لیجئے یہ سن کر اس بوڑھے کی آنکھیں آنسوؤں سے تر ہو جاتی ہیں وہ نہایت حسرت و یاس کے عالم میں جواب دیتا ہے۔ میں دوا ڈلوا کر کیا کروں گا، میں اس دنیا کو دوبارہ نہیں دیکھنا چاہتا۔

ایک اور بوڑھا شخص جس کی دنیا تاریک ہو گئی ہے اور جس کے گھر کے چھ افراد اس کی آنکھوں کے سامنے دم توڑ چکے ہیں مغموم اور اداس بیٹھا ہے۔ ریلیف کا کام کرنے والے اس کے پاس جاتے ہیں اور بڑے نرم لہجے میں اس سے کہتے ہیں بابا! کھانا کھا لیجئے۔ اس پر اس کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا جاتا ہے۔ زمین گردش کرتی ہوئی معلوم ہوتی ہے اور آواز لڑکھڑا کر حلق میں پھنس جاتی ہے۔ ہونٹ ہلتے ہیں اور فضا سوگوار ہو جاتی ہے اب کیا کھاؤں، چھ کو تو کھا چکا ہوں!!

ایسے واقعات حقیقی واقعات ہیں جو اس جیتی جاگتی دنیا میں پیش آئے۔ اور ہندوستان کے مرکز کے خوبصورت شہر بھوپال کے بسنے والوں پر بیتے۔ جس پر پوری کی ہندوستانی قوم بلکہ پوری دنیا مغموم اور رنجیدہ ہے۔

۲ اور ۳ دسمبر ۱۹۸۴ء کی شب میں ہونے والا یہ حادثہ دنیا کے بڑے حادثات میں سے ایک ہے یونین کاربائڈ فیکٹری کی انتظامیہ کی غفلت، لاپرواہی اور مجرمانہ تساہل کے نتیجہ میں ڈھائی ہزار سے زائد افراد لقمۂ اجل بن گئے سیکڑوں بینائی سے محروم ہو گئے۔ اور فیکٹری کا پورا علاقہ انسانوں اور جانوروں کی لاشوں سے پٹ گیا۔ بھوپال کے ہنستی کھیلتی زندگی سنسان شہر میں تبدیل ہو گئی۔

کسے معلوم تھا کہ چند لمحوں پہلے ہنستی مسکراتی زندگیاں آناً فاناً موت کے سناٹے میں تبدیل ہو جائیں گی۔ مائیں اپنے لخت جگر کو ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مرتے ہوئے دیکھیں گی اور کچھ نہ کر سکیں گی، بچے اپنے ماں باپ سے محروم ہو جائیں گے، عورتوں کا سہاگ اجڑ جائے گا۔ مرد اپنی رفیقۂ حیات سے محروم ہو جائیں گے۔

قرآن میں بار بار پڑھتے آئے تھے۔ فَاِذَا جَآءَتِ الصَّآخَّةُ يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ وَاُمِّهٖ وَاَبِيْهِ وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِيْهِ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَاْنٌ يُّغْنِيْهِ

(جب کان کو بہرا کر دینے والی آواز بلند ہوگی، اس دن آدمی اپنے بھائی اور اپنی ماں اور اپنے باپ اور اپنی بیوی اور اپنی اولاد سے دور بھاگے گا۔ وہ ایسا وقت ہوگا کہ کسی کو کسی کا ہوش نہ ہوگا۔)

اس کا دل ہلا دینے والا منظر بھوپال کا تھا۔ لوگ بھاگ رہے تھے، اور ایک دوسرے سے بے خبر تھے۔ باپ کو بیٹے کی فکر نہیں، بیوی کو شوہر کا علم نہیں یہاں تک کہ بھاگتے ہوئے اگر دودھ پینے والے بچے ہاتھوں سے گر گئے یا چھوٹ گئے تو کوئی اس کو اٹھانے والا نہیں، ہر شخص پریشان تھا، بھاگ رہا تھا۔ ایک نامعلوم منزل کی طرف، ایک محفوظ جائے پناہ کی طرف۔

مرنے والوں کی تعداد ہزاروں تک پہنچ گئی، انسان تو انسان، پرندے، گائے، بیل، بھینس حتیٰ کہ درخت کے پتے سوکھ کر گر گئے اور ان کی شاخیں مرجھا گئیں۔ اہل بھوپال کے لئے یہ حادثہ کسی قیامت سے کم نہیں تھا۔

اب یہ سوال بار بار ابھرتا ہے کہ اتنے بڑے حادثے کا ذمے دار کون ہے۔ یونین کاربائڈ فیکٹری کا عملہ یا حکومت؟ اس کا جواب بالکل دو ٹوک ہے۔ اس حادثہ کا اصلی، بنیادی اور حقیقی ذمے دار یونین کاربائڈ کا عملہ اور انتظامیہ ہے لیکن ہماری ریاستی اور مرکزی حکومتیں بھی اس کی کچھ کم ذمے دار نہیں۔

اس حادثہ پر بہت کچھ لکھا جا چکا ہے اور ابھی لکھا جائے گا۔ اس کی روشنی میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ حکومت اس فیکٹری کی انتظامی اور حفاظتی خامیوں سے لاعلم نہیں تھی۔ ۱۹۷۵ء میں بھوپال کارپوریشن کے ایڈمنسٹریٹر مسٹر ایم این بچ نے یونین کاربائڈ کو شہر سے باہر چلے جانے کا نوٹس دیا تھا مگر حکومت نے کوئی نوٹس نہ لیا بلکہ مسٹر بچ کا تبادلہ کر دیا گیا۔

یونین کاربائڈ کارخانے کو اسمبلی میں بار بار بحث کا موضوع بنایا گیا اور ۲۱ دسمبر ۱۹۸۲ء کو لیبر منسٹر تارا سنگھ بیاس نے فرمایا کارخانے سے خطرے کا کوئی امکان نہیں ہے۔ پلانٹ میں بننے والی زہریلی گیس سے کوئی خطرہ نہیں ہے۔ کارخانے کا تمام حفاظتی انتظام اتنا اچھا ہے کہ کسی نقصان کا اندیشہ ہی بے بنیاد ہے۔ اس پلانٹ میں ۲۵ کروڑ روپیہ لگا ہے یہ کوئی چھوٹا پتھر نہیں ہے جسے یہاں سے ہٹا کر کسی دوسری جگہ رکھ دیا جائے۔

اس کے علاوہ ۲۶،۲۵ دسمبر ۱۹۸۱ء کو اسی پلانٹ سے گیس لیک ہونے کی وجہ سے پلانٹ آپریٹر محمد اشرف خود بھی مر گیا تھا اور کئی افراد کا علاج مہینوں تک ہوتا رہا۔

پھر ۹ فروری ۱۹۸۲ء کو فوسجین گیس لیک ہوئی اور ۲۴ آدمی کئی مہینوں تک اس کے اثرات بھگتتے رہے۔

۵ اکتوبر ۱۹۸۲ء کو آدھی رات کو گیس پلانٹ سے زبردست گیس خارج ہوئی اور گرد و نواح کی ۶ کالونیوں میں بھگدڑ مچ گئی۔ لوگوں کی آنکھوں میں جلن اور سانس لینے میں دشواری پیدا ہونے لگی۔

اس کے علاوہ ۱۹۸۲ء میں یونین کاربائڈ کے امریکی ماہرین نے حفاظتی انتظام کی خامیوں کی طرف اشارہ کیا تھا لیکن حکومت بالکل خاموش رہی۔

کیا اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حکومت سب کچھ جانتی رہی اور تجاہل عارفانہ سے کام لیتی رہی اور اب جو باتیں پردے کے پیچھے سے چھن چھن کر آ رہی ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یونین کاربائڈ کمپنی وزراء کو خاموش رکھنے اور ان کا منہ بند کرنے کے لئے لاکھوں روپیہ صرف کرتی رہی اور اس کے یہاں ایک گیسٹ ہاؤس تھا جہاں یہ وزراء عیش دیتے رہے اور اپنی جیبیں گرم کرتے رہے۔ اور امریکی کمپنی کے چند حقیر سکوں کے بدلے ہزاروں اہل وطن اپنی جانوں سے ہاتھ دھو بیٹھے۔

اگر امریکی رہنما ان وطن کی جانوں کو کوئی اہمیت نہیں دیتے تو کیا ہماری حکومت کی نظر میں بھی ہم ہندوستانیوں کی جانوں کی کوئی قیمت نہیں۔ کیا وہ بھی ہم کو کتا اور بلی سمجھتی ہے کیا حکومت اس کا جواب دینے کی زحمت گوارا کرے گی؟

افریقہ جہاں انسان دم توڑ رہے ہیں

افریقہ کے شمالی علاقے

میں دنیا کی فکروں سے دور ایک جوڑا بہت آرام کی زندگی گزار رہا تھا۔ زندگی کی تمام سہولتیں اور آسائشیں اسے حاصل تھیں، گھر، ریڈیو، ٹیلی ویژن اور جدید ضروریات سے آراستہ

تھا۔ ایک دن میاں بیوی حسب معمول ٹیلیویژن فلم دیکھ رہے تھے فلم افریقہ کے قحط زدہ لوگوں کے بارے میں تھی۔ ٹیلیویژن اسکرین پر ہزاروں افریقیوں کی لاشیں نظر آئیں جو ادھر ادھر بکھری پڑی تھیں۔ اور انسانوں کا ایک ایسا انبوہ نظر آیا جو کھلے آسمان کے نیچے نیم بے ہوشی کے عالم میں بھوک اور پیاس سے دم توڑ رہا تھا ان کی آنکھیں پتھرا گئی تھیں۔ ماؤں کی سوکھی چھاتیوں سے بچھوؤں کی طرح دبلے پتلے بچے چپکے ہوئے تھے یہ ایک دردناک منظر تھا۔ وہ جوڑا اس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ فوراً اٹھا اپنے گھر کا سارا سامان سوائے چند ایک پلنگ، میز اور کھانے کے برتنوں کے نیلام کر دیا اس میں ان کا عزیز ترین سامان اور آباؤ اجداد کی نشانیاں بھی تھیں، اور ساری رقم ایتھوپیا کے امدادی فنڈ میں دے دیا۔

ایک اور واقعہ برطانیہ کے مشہور اخبار ڈیلی مرر کا ہے اس نے دس لاکھ پونڈ کا اناج اور امدادی اشیاء جمع کر کے ایتھوپیا روانہ کیا ہے۔

یہ ردعمل اس معاشرے کا ہے جس کا یقین ہے کہ اس دنیا کے علاوہ کوئی دنیا نہیں ہے اور انسان اس دنیا میں جو کرے، کھائے، پہنے وہی اس کی زندگی کا حاصل ہے۔ لیکن مسلم معاشرے میں کوئی حرکت اس تعلق سے نظر نہیں آتی، جبکہ برابر خبریں موصول ہو رہی ہیں کہ قحط زدہ افراد میں اچھی خاصی تعداد مسلمانوں کی ہے اور ایتھوپیا کی حکومت ان کو غذا اور دوسری امدادی چیزیں فراہم نہیں کر رہی ہے اور تعصب برت رہی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ افریقہ کے پانچ ممالک، ایتھوپیا، تنزانیہ، صومالیہ، چاڈ اور موزمبیق، اس وقت شدید ترین قحط میں مبتلا ہیں۔

اقوام متحدہ کے سکریٹری کا کہنا ہے کہ سورج کی پہلی کرن جب نمودار ہوتی ہے اس وقت سے غروب آفتاب تک جھلسا دینے والی گرمی، تپش، بھوک اور پیاس کی شدت سے ایڑیاں رگڑ رگڑ کر ہر روز ۸۰ افراد دم توڑ دیتے ہیں۔

ایتھوپیا میں خوراک کی اتنی قلت ہے کہ ایک کیمپ کا معائنہ کرتے ہوئے اقوام متحدہ کے سکریٹری بے اختیار رونے لگے۔

ریڈ کراس کی ایک ٹیم ایتھوپیا میں بانی (جو ایک قصبہ ہے) سے ۲۱۰ کلومیٹر آگے بڑھ گئی تاکہ یہ معلوم کر سکے کہ دوسرے علاقوں کی کیفیت کیا ہے، وہ ایک چھوٹے سے قصبے کیسا پہنچے وہاں انھوں نے جو دردناک منظر دیکھا اس سے ان کے رونگٹے کھڑے ہو گئے، ۹ ہزار افراد کھلے آسمان کے نیچے ایک چٹیل میدان میں بے حس و حرکت لاشوں کی طرح پڑے تھے، غیر ملکیوں کی ٹیم دیکھ کر ان میں حرکت پیدا ہوئی اور ان کے ہاتھ اس طرح اٹھے گویا وہ کچھ کھانے کو مانگ رہے ہوں اس ٹیم کے ڈاکٹر کا بیان ہے۔

"ایک کمبل پر مکھیوں کی فوج بھنبھنا رہی تھی میں نے اسے الٹ کر دیکھا تو ایک مریل لاش پڑی تھی۔ یوں معلوم ہوتا تھا گویا اس کو مرے تھوڑی دیر ہوئی تھی۔ کچھ فاصلے پر ایک بوڑھی عورت مری پڑی تھی۔ مکھیاں اس پر بھی اسی طرح بھنبھنا رہی تھیں، ایک بوڑھے شخص سے میں نے پوچھا تمہارے گھر میں تو کوئی موت واقع نہیں ہوئی۔ اس نے کہا میرے تین بچے مر گئے ہیں پھر اس نے تھوڑے وقفے کے بعد کہا اب تو یہ بھی یاد نہیں رہا کہ گاؤں میں کتنے مرے اور کتنے بچے مرے ہیں" (ایضاً)

ریڈ کراس ہی کا بیان ہے، ایتھوپیا کے ساٹھ لاکھ باشندے شدید قحط میں مبتلا ہیں ان میں سے تین لاکھ ہلاک ہو چکے ہیں اور ماہرین کا خیال ہے کہ یہ قحط دس لاکھ افراد کی جان لے لے گا۔

ایتھوپیا میں تاریخ کا سب سے بدترین قحط پڑا ہے اور لاکھوں افراد ایڑیاں رگڑ رگڑ کر جان دے رہے ہیں لیکن حکومت جنگ اور اسلحے خریدنے میں مصروف ہے ایک

رپورٹ کے مطابق ایتھوپیا اب تک پونے ۲ ارب ڈالر (۳۰ ارب روپے) کا اسلحہ سوویت روس سے خرید چکا ہے جب سے جنگ چھڑی ہے ملکی آمدنی کا ۸۰ فیصد جنگ پر خرچ ہو جاتا ہے۔

ایتھوپیا میں قحط کا یہ عالم ہے کہ ۷۰ افراد روزانہ زندگی سے محروم ہو رہے ہیں لیکن حکومت اپنے دس سالہ جشن پر ۲۵ کروڑ ڈالر صرف کر رہی ہے اور ۵ ہزار شراب کی بوتلیں باہر سے منگائی جاتی ہیں۔ جس وقت ایتھوپیا کی حکومت اور صاحب ثروت لوگ جشن کی خوشی میں شراب کے جام لنڈھا رہے تھے اسی وقت ریڈ کراس کے لوگ امدادی کیمپوں میں ان افراد کی پیشانیوں پر نشان لگا رہے تھے جن کے اندر زندگی کی کچھ رمق باقی تھی اور جن کو بچایا جا سکتا تھا اور جن کے بچنے کی امید نہیں رہتی ان کو مرنے کے لئے چھوڑ دیا جاتا تھا (ایضاً)

موزمبیق بھی جس کی آبادی ایک کروڑ چالیس لاکھ ہے، شدید قحط کی زد میں ہے اب تک اس کے دو لاکھ باشندے ہلاک ہو چکے ہیں۔

ایک غیر ملکی نامہ نگار نے موزمبیق کے ایک آدمی سے پوچھا تم ٹھیک ہو؟ اس نے کہا: ہم تین سال سے فاقہ کاٹ رہے ہیں اور مجھے یاد نہیں پڑتا کہ میں نے کب پیٹ بھر کر روٹی کھائی۔

چاڈ کی حالت بھی کچھ اچھی نہیں ہے۔ وہ جنگ کی حالت میں ہے اور لاکھوں روپے کی بارود پھونک رہا ہے لیکن اس کے باشندے بھوک سے مر رہے ہیں۔ نیوز ویک کا نامہ نگار یوں رپورٹ دیتا ہے۔ "دوبا کے امدادی کیمپ پر بھوکی ماؤں کی لمبی قطار لگی ہوئی ہے۔ ان کی مرجھائی چھاتیوں سے چوہے جیسے بچے چمٹے ہوئے ہیں اس قصبے میں دو ہفتے میں قریب دو سو بچے مر گئے ہیں، اکثر لوگ صرف پتے کھا کر گذارہ کرتے ہیں، چاڈ میں پچھلے چند ماہ میں چار ہزار افراد لقمہ اجل ہو گئے ہیں۔ اور دو لاکھ افراد گھر بار چھوڑ کر خوراک کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے ہیں" (ایضاً) اور اب اریٹریا کے ریلیف کمیٹی کی اپیل ملاحظہ فرمائیں۔ "شاید آپ نے اریٹریا کے قحط کے بارے میں نہ سنا ہو۔ اریٹریا میں افراد ہزاروں کی تعداد میں مر رہے ہیں اور لاکھوں خطرے کی گود میں ہیں، کچھ لوگ بھاگ بھاگ کر سوڈان میں پناہ لے رہے ہیں۔ اریٹریا کے قحط کے بارے میں دنیا کو خبر زیادہ تر اس لئے نہیں ہو سکی کہ اریٹریا اور ایتھوپیا میں جنگ کی حالت موجود ہے۔ ایتھوپیا کی حکومت متوقع امداد کو اریٹریا جانے نہیں دیتی۔" (ایضاً)

مسلمان جو ایک غمگسار امت کی حیثیت سے مشہور ہیں اور جن کا مذہب ہمدردی اور غمگساری کی تعلیمات سے بھرا پڑا ہے کیا وہ اپنے عقیدے اور مسلک سے بلند ہو کر انسانی بھائیوں کی مدد کے لئے آگے بڑھیں گے؟

پاکستان میں ریفرنڈم!

پاکستان کے جنرل محمد ضیاء الحق نے ۱۹ دسمبر ۱۹۸۴ء کے ریفرنڈم میں زبردست کامیابی حاصل کر لی ہے۔ اور اب پانچ سال کے لئے مزید صدر برقرار رہیں گے۔ کالعدم سیاسی پارٹیوں کی اپیل کے باوجود عوام نے استصواب رائے میں زبردست حصہ لیا چیف الیکشن کمشنر کے مطابق ۶۲ر۱۴ فیصد رائے دہندگان نے حصہ لیا اور اپنے ووٹ استعمال کئے۔ ان میں ۷۱ر۹۷ فیصد لوگوں نے ریفرنڈم میں پوچھے گئے سوال کا جواب اثبات میں دیا۔

روزنامہ جسارت کے تجزیئے کے مطابق پاکستان میں کوئی تین کروڑ ۴۹ لاکھ ۹۲ ہزار ۲۴۵ ووٹر ہیں جن میں سے ۲ کروڑ ۵۰ ہزار ۱۰۹ ووٹ ڈالے گئے۔ ڈالے گئے ووٹوں میں ۲ کروڑ ۲ لاکھ ۵۳ ہزار ۷۵ ووٹ ضیاء الحق کی حمایت میں تھے اور ۳ لاکھ ۱۶ ہزار ۹۱۸ ووٹ مخالفت میں۔ ایک لاکھ ۸۰ ہزار ۳۲۶ ووٹ مسترد کر دیئے گئے۔ اس طرح ۷۱ر۹۷ فیصد ووٹ ضیاء الحق کی حمایت میں پڑے اس لئے اگر کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا کہ کالعدم سیاسی پارٹیوں کی اپیل کا اثر بہت ہی کم ہوا۔ کیونکہ ۷۱ر۹۷ فیصد ووٹ کسی ملک کے لئے بہرحال کم نہیں

کہا جائے گا کیونکہ سو فیصد ووٹ کہیں بھی نہیں پڑتے۔

صدر ضیاء الحق کے بالواسطہ انتخاب کے عوام کے ذہنوں میں کچھ اندیشے اور تحفظات پیدا ہو رہے ہیں، سیاسی لیڈر یہ کہتے ہیں کہ ضیاء الحق اب اور زیادہ مطلق العنان ہو جائیں گے۔ کچھ دوسرے لوگوں کا کہنا ہے کہ آئندہ انتخاب کی کیا صورت حال ہوگی، جماعتی بنیادوں پر ہوگا یا غیر جماعتی بنیاد پر، منتخب ہونے والے نمائندوں کو کس طرح کے اور کتنے اختیارات حاصل ہوں گے، وزیر اعظم کے اختیارات کیا ہوں گے؟ کچھ لوگوں کا کہنا ہے ضیاء الحق صرف کرسی سے چپکے رہنا چاہتے ہیں۔ ان کو نہ اسلام سے مطلب ہے اور نہ اسلام کے فروغ سے بلکہ اپنے اقتدار کو بچانے کے لئے وہ بار بار اسلام کا نام لیتے ہیں اگر وہ مخلص ہوتے تو ساڑھے سات سال کی مدت میں نفاذِ اسلام کی رفتار اتنی سست نہ ہوتی، وغیرہ۔

ان تمام خدشات اور اندیشوں کا جواب صدر ضیاء الحق کو اپنے عمل اور فعل سے دینا ہے۔ پاکستان اسلام کے نام پر اسلام کے لئے حاصل کیا گیا تھا لیکن اسلام وہاں ابھی تک اجنبی بنا ہوا ہے۔ ضیاء الحق اسلام کے نام پر اسلام کے فروغ کے لئے منتخب ہوئے ہیں۔ دنیا کے لوگ ان کے ہر عمل کو اسلام کے نقطۂ نظر سے دیکھیں گے اس لئے ضیاء الحق کو چاہیئے کہ ہر قدم جو اٹھایا جائے غور فکر اور سوچ سمجھ کر اٹھایا جائے کہیں وہ اسلام کا غلط تعارف نہ پیش کر دے۔

اسلام کے اندر رائے و ضمیر کی آزادی کا تصور بالکل واضح ہے جبر اور طاقت کے زور سے حکومت تو کی جا سکتی ہے مگر اسلام نافذ نہیں کیا جا سکتا اسلئے ہمیں ضیاء الحق سے امید ہے کہ وہ اسلامی جمہوری عمل کو تیز کریں گے۔ یہ پاکستان کے لئے بھی ضروری ہے اور اسلام اور ضیاء الحق کے پروگرام کے لئے بھی۔

ہندوستان کا آٹھواں لوک سبھا الیکشن

سبھا الیکشن ختم ہو گیا اور کانگریس (آئی) زبردست اکثریت سے کامیاب ہو گئی۔ جبکہ اپوزیشن کو زبردست شکست برداشت کرنا پڑا۔

۲۴ اور ۲۷ دسمبر کو ڈالے جانے والے ووٹ اور ان کا نتیجہ بڑا دلچسپ اور حیرت انگیز رہا۔ حالات پر گہری نظر رکھنے والے اور عوامی نفسیات کا تجزیہ کرنے والے یہ بات برابر کہے جا رہے تھے کہ جیت تو کانگریس آئی ہی کی ہوگی مگر اکثریت سے نہیں اور اپوزیشن مختلف حلقوں میں کامیاب ہو جائے گی۔ مگر نتیجے نے ان کے سارے اندازے غلط کر دیئے ہیں۔

اس بار بظاہر کسی پارٹی کے بارے میں لہر نہیں چل رہی تھی مگر اتنا ضرور تھا کہ پولنگ سے پہلے یہ واضح ہو گیا تھا کہ یہاں کون جیت سکتا ہے مثال کے طور پر اعظم گڑھ کو لیجئے یہاں کے لوگوں نے بہت بڑی تعداد میں رام نریش یادو کو ووٹ دیا مگر کامیابی سنتوش سنگھ کے حصے میں آئی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اپوزیشن کی شکست اور کانگریس (آئی) کی فتح میں کوئی غیبی ہاتھ ضرور کام کر رہا تھا اور بیدا جیسے گاندھی بھی بتا نہیں سکے کہ وہ غیبی ہاتھ کون سا تھا۔ عوام تو اب بھی ششدر و حیران ہیں کہ ووٹ تو اپوزیشن کو دیا گیا مگر حکمراں پارٹی کیسے جیت گئی۔

شہری لنکا

لنکا میں حکومت اور تمل لبریشن فرنٹ کے درمیان خلیج بڑھتی ہی چلی جا رہی ہے۔ "تمل وہشت پسندوں" کے مطالبے اور کارروائیوں میں شدت آتی جا رہی ہے اور حکومت، پولس اور فوج نہتے تمل عوام کو ظلم و ستم کا نشانہ بنا رہی ہے۔

جب بھی کسی ملک یا صوبے میں علیحدگی پسندی یا آزادی کی تحریک اٹھی ہے تاریخ بتاتی ہے کہ ظلم و ستم نے اس کو اور آگے بڑھایا ہے۔ اور جذبہ آزادی یا علیحدگی پسندی کو دو آتشہ کر دیا ہے اب انہیں راہوں پر شہری لنکا کی حکومت چل رہی ہے۔

سب سے پہلے اس نے غلط قدم یہ اٹھایا کہ اسرائیلی

(بقیہ صفحہ ۳۹ پر)

حیا کا جامع تصور

(مولانا محمد فاروق ندوی)

حیا دراصل اس خشیت کو کہتے ہیں جو اللہ کی نعمتوں اور اپنی کوتاہیوں کے احساس کے نتیجے میں پیدا ہوتا ہے۔ بعض لوگوں نے اس کی تعریف یوں کی ہے "ایسی قوت جو آدمی کو برائی میں مبتلا ہونے سے باز رکھتی ہے۔"

محمد الغزالی حیا کے متعلق یوں فرماتے ہیں، "حیا انسانی طبیعت کی بہترین پہچان ہے۔ اس سے انسان کی قوت ایمانی اور حیا، ادب و اخلاق کا صحیح اندازہ ہوتا ہے۔ اگر کسی شخص کو نامناسب کام کرتے وقت تردد و اضطراب لاحق ہو یا غلط حرکتوں کے صدور کے وقت اس کے چہرے کی رنگت بدل جاتی ہے۔ اس کو پشیمانی ہوتی ہے تو سمجھ لیجئے کہ اس کا ضمیر زندہ ہے۔ وہ سادہ لوح اور نیک طینت انسان ہے۔ اور اگر اس کے چہرے کا رنگ نہیں بدلتا تو وہ بھلے برے کی تمیز نہیں کر پاتا ہے یا اس کو پروا نہیں کہ کیا اپنا رہا ہے اور کیا چھوڑ رہا ہے تو اس شخص میں کوئی بھلائی نہیں ہے۔ اس میں حیا کا کوئی ذرہ نہیں ہے جو اسے گناہوں میں ملوث ہونے اور رذیل اور گھٹیا حرکتوں سے بچا سکے۔" (خلق المسلم)

جب انسان کے اندر سے حیا ختم ہو جاتی ہے تو اسے برائی کرنے سے کوئی نہیں روک سکتا۔ وہ بڑے سے بڑے گناہ کرنے پر آمادہ ہو جاتا ہے اور انسانیت کے اسفل ترین مقام تک پہنچ جاتا ہے۔

حضور سرور کائنات کا ارشاد ہے: "اللہ تعالیٰ جب کسی بندے کو ہلاک کرنا چاہتا ہے تو اس سے حیا چھین لیتا ہے۔ جب اس سے حیا چھن جاتی ہے تو وہ انتہائی قابل نفرت ہو جاتا ہے اور جب قابل نفرت ہو جاتا ہے تو اس سے امانت چھین جاتی ہے۔ جب اس سے امانت چھن جاتی ہے تو وہ حد درجہ خائن ہو جاتا ہے پھر اس سے اللہ کی رحمت چھن جاتی ہے وہ نہایت ملعون ہو جاتا ہے اور جب لائق ملامت ہو جاتا ہے تو اس کی گردن سے طوق اسلام نکل جاتا ہے۔" ابن ماجہ

ایک اور حدیث میں آپ نے حیا کو ایمان کا جزو قرار دیا ہے اور فرمایا: "ایمان کے ۷۰ درجے ہیں اور حیا ایمان کا ایک حصہ ہے۔"

حیا کا تعلق انسانی زندگی کے تمام گوشوں سے ہے اور اس کا مفہوم بہت وسیع ہے چنانچہ حضور نے اس حدیث میں حیا کی جامعیت کی طرف اشارہ کیا ہے۔

قَالَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم اسْتَحْيُوا مِنَ اللهِ حَقَّ الْحَيَاءِ قُلْنَا إِنَّا نَسْتَحْيِي مِنَ اللهِ يَا رَسُولَ اللهِ وَالْحَمْدُ لِلهِ قَالَ لَيْسَ ذَلِكَ وَلَكِنَّ الِاسْتِحْيَاءَ مِنَ اللهِ حَقَّ الْحَيَاءِ أَنْ تَحْفَظَ الرَّأْسَ وَمَا وَعَى وَالْبَطْنَ وَمَا حَوَى وَتَذْكُرَ الْمَوْتَ وَالْبِلَى وَمَنْ أَرَادَ الْآخِرَةَ تَرَكَ زِينَةَ الدُّنْيَا وَآثَرَ الْآخِرَةَ عَلَى الْأُولَى فَمَنْ فَعَلَ ذَلِكَ فَقَدِ اسْتَحْيَا مِنَ اللهِ حَقَّ الْحَيَاءِ (ترمذی)

رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ سے اچھی طرح شرم کرو۔ ہم سب نے کہا اے اللہ کے رسول اللہ

(بقیہ صفحہ [illegible] پر)

گزشتہ سے پیوستہ

توقیر عالم عزیزی ہفتم

تدوین حدیث

ایک جائزہ

تابعین کا کارنامہ | حضور سے صحابہ کرامؓ جو کچھ بھی سنتے اپنی قوت حافظہ میں اسے محفوظ رکھنے کی کوشش کرتے، ان کے سینوں صحیفوں میں کسی مشکوک حدیث کی کوئی گنجائش نہیں کیونکہ حضورؐ کی تعلیمات کو بطریق احسن ما بعد کے جانشینوں تک پہنچا دیا جیسا کہ کلام نبوت کے مصنف رقم طراز ہیں۔ "حدیثوں کی حفاظت کا انتظام ابتدا ہی سے زبانی اور کتابت دونوں ہی طریقوں سے ہوا ہے۔ علم حدیث کی تعریف مسلسل اور مستند ہے۔ صحابہ کرامؓ نے حضور کے ارشادات اور سنتوں کو محفوظ کرنے اور اپنے بعد والوں تک انھیں منتقل کرنے میں نمایاں ہر گز کام نہ لیا۔ انھوں نے حضورؐ سے جو کچھ حاصل کیا، اسے چھپا کر نہیں رکھا بلکہ اپنے بعد والوں تک پہنچا دیا۔" (کلام نبوت، صفحہ ۵) صحابہ کرامؓ کے بعد حضرت عمر بن عبد العزیز مسند خلافت پر جلوہ افروز ہوئے، انھوں نے اسلاف و صالحین کے گرانقدر کارناموں کو سراہتے ہوئے مملکت اسلامی کے تمام ذمہ داروں کو توجہ دلائی اور سرکاری طور پر باقاعدہ تدوین حدیث کی طرف توجہ دلاتے ہوئے لکھوایا۔ "انظر ما کان من حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاکتبه فانی خفت دروس العلم وذهاب العلماء" (جو بھی رسول اللہ کی کوئی حدیث دیکھو لکھ ڈالو اس لئے کہ مجھے اندیشہ ہے کہ علم مٹ جائیگا اور علماء رخصت ہو جائیں گے) خلیفہ کے فرمان کی تعمیل میں، بالآخر ابن حزم کے شاگرد ابن شہاب زہری نے تدوین حدیث کا کام شروع کر دیا تھا۔ بخاری شریف کے مشہور شارح حافظ ابن حجر عسقلانی نے اپنی کتاب "فتح الباری شرح بخاری" میں ابو نعیم کی تاریخ اصبہان کے حوالہ سے یہ بیان نقل کیا ہے کہ عمر بن عبد العزیز کا یہ حکم صرف مدینہ اور مدینہ کے عمال کے ساتھ ہی مخصوص نہیں تھا بلکہ انھوں نے مملکت کے تمام صوبوں کے عمال کے نام اس قسم کا فرمان بھیجا تھا۔ حاکم مدینہ کے اس حکم پر زہری نے ذرہ برابر بھی تاخیر نہیں کی بلکہ فرمان ملتے ہی جہد مسلسل میں مصروف ہو گئے اور حتی المقدور تگ و دو کے بعد ایک شاندار کارنامہ انجام دیا کہ تصانیف کے دفتر بھر گئے بلکہ اس دور کے دوسرے سر فہرست فقہاء حق بھی اس مقدس مشغولیت میں منہمک رہے۔ مثلاً مکہ میں ابن جریج اور ابن اسحاق نے، مدینہ میں سعید ابن عروبہ، ربیع ابن صبیح اور امام مالک نے، بصرہ میں حماد بن سلمہ، کوفہ میں سفیان ثوری، شام میں ابو عمر الاوزاعی، خراسان میں عبد اللہ ابن المبارک نے۔ انھیں کے دور میں علم الناسخ والمنسوخ، علم جرح و تعدیل، علم نظر فی الاسناد، علم کیفیت الروایت، علم الفاظ الحدیث جیسے علوم ایجاد ہوئے۔ ان علوم میں علم اسماء الرجال بہت مشہور اور اہم ہے۔ یعنی اس علم میں حدیثوں کی جانچ پڑتال کے لیے ان تمام راویوں کے نام اور اخلاق و عادات کو بھی تحریر میں لایا گیا۔ اسی علم کے متعلق مشہور جرمن ڈاکٹر اسپرنگر "الاصابہ فی احوال الصحابہ" کے انگریزی مقدمہ میں لکھتے ہیں۔ "کوئی قوم دنیا میں ایسی نہ گزری نہ آج موجود ہے جس نے مسلمانوں کی طرح اسماء الرجال کا عظیم الشان فن ایجاد کیا ہو جس کی بدولت آج پانچ لاکھ شخصیتوں کا حال معلوم ہو سکتا ہے۔" (سیرۃ النبیؐ، جلد اول طبع چہارم، صفحہ ۳۵)

طبقہ تبع تابعین کی جہد و کاوش | اس دور میں احادیث

مدونہ کی حفاظت اور فن جرح و تعدیل کی سرگرمی تیز تر ہو گئی۔ اسکا ثبوت حافظ ذہبی کے اس قول سے ملتا ہے کہ "رجال پر کلام بہت سے صحابہ نے کیا ہے۔ تابعین کے عہد میں اس سلسلہ میں مزید اضافہ ہوا۔ (فتح المغیث، صفحہ ۴۹۰، بحوالہ الفرقان صفحہ ۴۴، الکفر ...) اللہ تبارک و تعالیٰ اپنی شریعت کی بقا و حفاظت کے لیے اس طبقہ میں بہت سے اصحاب بصیرت اور فقہا پیدا کیے جنھوں ______ نے تنہا یہ بزرگ راویوں کے حالات معلوم کیے اور فن جرح و تعدیل کے ذریعہ کھرے کھوٹے کو الگ کر دیا۔ جیسے ابن جریج، امام مالک، عبداللہ ابن عمرو الاوزاعی، سفیان بن سعید ثوری، ابو اسحاق الفزاری اور ابن المبارک۔ اس گروہ نے اس قیمتی سرمایہ کی حفاظت کیلئے جتنی جانفشانی کی ہے اسکا ثبوت ہارون رشید اور زندیق قیدی کے مکالمے سے ملتا ہے۔ خلیفہ مذکور کے سامنے ایک زندیق کو قتل کیلئے لایا گیا تو وہ کہنے لگا کہ تم مجھے تو قتل کر ڈالو گے لیکن ان ایک ہزار حدیثوں کا کیا کرو گے جو میں نے وضع کر کے چالو کر دی ہے ہارون رشید نے فوراً جواب دیا

"فاین انت یا عدو اللہ عن ابی اسحاق الفزاری وابن المبارک ینخلانھا فیخرجانھا حرفاً حرفاً" (اے اللہ کے دشمن تم بچ کر کہاں جاؤ گے ابن المبارک، ابو اسحاق الفزاری سے وہ انہیں خالص کر دیں گے اور ایک ایک حرف کو نکال دیں گے۔)

علماء اربعہ اس کے بعد ائمہ اربعہ بھی اس بیش قیمت خدمت سے محروم نہ رہے بلکہ انھوں نے بھی تدوین حدیث میں نمایاں کارنامے انجام دیئے کتاب الآثار و موطا۔ یہ دونوں حدیث کی ایسی کتابیں ہیں جو سب سے پہلے فقہی ترتیب کے لحاظ سے مرتب کی گئیں ہیں نیز امام شافعیؒ کی اگرچہ فن حدیث پر باقاعدہ تصنیف نہیں ہے مگر اس مقدس فن کی جو خدمت ان سے انجام پائی اس کو تاریخ تدوین حدیث میں فراموش نہیں کیا جاسکتا ہے۔ اور امام احمد کی مسند

تو معروف و مشہور رہے۔

صحاح ستہ اس کے بعد صحاح ستہ کے مؤلفین اور مدونین نے بھی تدوینی سرگرمیوں میں خوب خوب حصہ لیا۔ امام بخاری نے احادیث کی جمع و تدوین کے بعد جو صحیفہ مرتب کیا اسکا پورا نام "الجامع الصحیح المسند المختصر من امور رسول اللہ و ایامہ" ہے۔ دوسری تصنیف امام مسلم بن حجاج قشیری کی ہے جو صحیح مسلم کے نام سے مشہور ہے جسمیں زیادہ تر احکام پر مشتمل روایات کو پوری جامعیت کے ساتھ یکجا کر دیا گیا ہے۔ چار ہزار آٹھ سو فقہی و قانونی مسائل پر مشتمل تیسری تصنیف ہے... امام اشعث بن سلیمان سجستانی کی اہم تالیف سنن ابو داود کے نام سے معروف ہے۔ اسمیں زیادہ تر احکام پر مشتمل روایات کو پوری جامعیت کے ساتھ یکجا کر دیا گیا ہے۔ چار ہزار آٹھ سو فقہی اور قانونی مسائل پر مشتمل یہ بہترین مجموعہ ہے۔ چوتھی تصنیف امام ابو عیسیٰ کی ہے جنھوں نے ترمذی شریف کی تالیف کی اسمیں فقہی مسائل کی تفصیلی وضاحت ملتی ہے۔ پانچویں تصنیف امام احمد بن شعیب نسائی کی ہے جس کی تصنیف کا نام السنن المجتبیٰ ہے اور اس گروہ کے آخری مجاہد محمد ابن ماجہ قزوینی ہیں ان کی کتاب "سنن ابن ماجہ" کے نام سے معروف ہے۔

______ گویہ مقدس خدمت کچھ نہ کچھ سرور و شان ق پچھے بعد دیگرے انجام دیتے رہے۔ اس کی قدر و قیمت کو جان کر راہ فرار اختیار کرنے کی کوشش نہیں کی۔

غلط فہمی کا ازالہ بعض علماء کا خیال ہے کہ تدوین حدیث کی اولیت کا سہرا امام زہری کے سر ہے۔ اگر اسے مان لیا جائے تو احادیث کے متعدد مجموعے ہونے کا دعویٰ باطل ہو جاتا ہے۔ بعض تیشلسٹ اسکالرس اور پڑھے لکھے مشنریوں نے جن میں سب سے آگے

سر ولیم میور اور گولڈ زیہر ہیں، اس بنیاد پر کہ روایات نبوی کی تحریر و تدوین کا کام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے نوّے سال بعد شروع ہوا۔ ان کی صحت میں شک کرنا چاہا ہے۔ فرانس کا مشہور مستشرق موسیو سیدیو اصل حقیقت سے واقف ہو کر کہتا ہے

"سب سے پہلے ابن شہاب زہری نے حدیثیں جمع کیں۔"

بعض علماء اسلام مثلاً حافظ ابن عبد البر مالکی اور جامع بیان العلم میں امام مالک اور امام عبد العزیز نیز حافظ ابن حجر نے بھی ابن شہاب زہری کو مدون اول قرار دیا ہے۔ اگرچہ ان کی تحقیق ناقابل اعتراض بنیاد پر مبنی ہو لیکن ان کی اس تحقیق سے مستشرقین اور دوسرے دشمن اسلام کے قائل ماخوذہ اقوال کی تائید ہوتی ہے۔ دشمنان دین کے خانہ ساز نظریوں سے قطع نظر حقیقت یہ ہے کہ دور صحابہ ہی سے تدوین کا کام شروع ہو گیا تھا۔ اگرچہ منظم طور سے نہیں۔ اگر یہ فریضہ انجام نہ دیا گیا ہوتا تو احادیث کے معتبر و مستند ہونے کی کوئی واضح اور قطعی دلیل نہیں تھی۔ اور ایک حد تک بہت سی شکوک و شبہات کے سمندر میں غوطے کھاتا رہتا۔ امام بخاری اس حقیقت سے واقف ہو کر کہتے ہیں "یہ تو تدوین کا کام مختلف علماء نے شروع کیا اس لئے حدیث کا اول مدون مختلف حضرات کو کہا گیا ہے۔ مگر یہ اولیت کسی خاص شہر کے لحاظ سے ہو سکتی ہے۔ یا یہ حضرات ایک باب کی احادیث جمع کرتے تھے لیکن امام زہری کو تمام بلاد اسلامیہ اور مختلف ابواب کی روایت جمع کرنے کے لحاظ سے اولیت کا شرف حاصل ہے اور اس کی تائید علامہ ڈاکٹر مصطفیٰ کے ان جملوں سے ہوتی ہے۔

" The statement — was mostly understood and generally translated as meaning that the first who wrote down hadis the first recorder not the first compiler or composer (EARLY HADIS LITERATURE 1st edition Page 20)

(اول من دون العلم کے اس بیان سے عموماً یہ بات سمجھی گئی ہے کہ احادیث لکھنے والے سب سے پہلے شخص زہریؒ ہیں۔ لیکن نہ ہی وہ پہلے مرتب تھے اور نہ ہی قلمبند کرنے والے)

علماء کے تاثرات قلبی محدث کی خدمت سے متعلق

تاریخ اس دو ٹوک حقیقت کا اعتراف کرتی ہے کہ انسانی سوسائٹی کے کسی فرد کو ایسا نمایاں مقام حاصل نہیں ہوا جتنا محمد عربی کو ہوا ہے۔ آج تک کسی قوم یا سوسائٹی نے اپنے پیشوا کی قدم بوسی کا ایسا جیتا جاگتا ثبوت نہیں پیش کیا جیسا محمد کے جانثاروں نے کیا۔ ان کے اندر ہادی اعظم نبی اکرم کے اقوال و اعمال کی حفاظت کی فکر اس طرح دامنگیر ہو گئی کہ زندگی سراپا مجسمہ محبوب بن گئی۔ حضور کی سنت کو محفوظ رکھنے کیلئے اور آنے والی امت کی آسانی کیلئے ان جانثاروں نے ذرہ برابر بھی کوتاہی نہیں برتی اور تمام روایتوں کی تحقیق و تفتیش میں کوئی رعایت نہیں برتی جس کا اعتراف علامہ شبلیؒ اس طرح کرتے ہیں۔ "مسلمانوں کے اس فخر کا قیامت تک کوئی حریف نہیں ہو سکتا کہ انھوں نے اپنے پیغمبر کے حالات اور واقعات کا ایک ایک لفظ اس استقصاء کے ساتھ محفوظ رکھا کہ کسی شخص کے حالات آج تک اس جامعیت اور احتیاط کے ساتھ قلمبند نہیں ہو سکے اور نہ ہی توقع کی جا سکتی ہے" (سیرت النبی، حصہ اول، طبع چہارم، صفحہ ۱۱)۔

اس حقیقت کا اعتراف محمد مارماڈیوک پکتھال نے اپنے ایک لیکچر میں اس طرح کیا "اس میں پیغمبر کے اقوال و افعال پوری احتیاط سے جانچنے اور پرکھنے کے بعد صرف مستند چیزوں کو تسلیم کیا جاتا ہے اور بعد میں آنے والے ماہرین اگلے لوگوں کے کام پر نظر ثانی کرتے، ہر حدیث کی سند دیکھتے اور اسمیں کوئی کمزوری پاتے تو روایت کو مسترد کر دیتے" (اسلامی کشکول، صفحہ ۱۸، بحوالہ دی کلچرل سائڈ آف اسلام، بحوالہ الفرقان، صفحہ ۱۴، اکتوبر ۱۹۶۶ء)

(ایڈورڈ باھر)

مجاہدین کے حوصلے ۔ بدستور بلند ہیں

افغانستان میں اسی درجہ کا المیہ ہے جس درجہ کا پال پیٹ کے کمبوڈیا میں ہے (کمبوڈیا پر بھی روس کی مدد سے ویٹ نامی فوجیں مسلط ہیں۔ (ایشیا)

ماہرین کا اندازہ ہے کہ افغانستان کی ایک تہائی آبادی ملک چھوڑ کر چلی گئی ہے۔ چالیس لاکھ پاکستان اور ایران میں پناہ گزین ہیں اور دس لاکھ جنگ کی نذر ہو چکے ہیں۔

ملک کی بچی کھچی آبادی اب بھی مجاہدین کی حامی ہے۔ لیکن روس نے ۱۹۸۰ء سے جو جلاؤ اور تباہ کرو کی پالیسی اختیار کر رکھی ہے اس کے اثرات محسوس ہوئے بغیر نہیں رہتے۔ روس اس طرح بمباری کرتا ہے کہ زمین چھلنی ہو جاتی ہے کوئی ایک چپہ بھی محفوظ نہیں۔ اس انداز سے بمباری وہ اس لئے کرتا ہے کہ مجاہدین کے لئے کوئی پناہ گاہ باقی نہ رہے اور افغانستان کی دیہاتی آبادی ان کی حمایت سے دستکش ہو جائے۔ اس بمباری کا ایک نتیجہ یہ ہے کہ خوراک میں قلت پیدا ہو گئی ہے اور یہ قلت مجاہدین کی سرگرمیوں پر بھی اثر انداز ہو رہی ہے۔

ایک مجاہد فضل اکبر نے بتایا کہ شدید بمباری نے فصلوں کو تباہ کر دیا ہے۔ کھیتوں میں اب کوئی جان باقی نہیں رہی ہے۔ کابل کے اردگرد علاقہ پر خصوصی طور پر بم برسائے گئے۔ مقصد اس کا یہ تھا کہ کابل مجاہدین سے محفوظ ہو جائے۔ کابل حکومت اعلانیہ کہتی ہے کہ کابل کے نواح میں جو بھی مخالف دشمن اڈہ ہو گا اسے اڑا دیا جائے گا۔

مجھے پشاور میں عالمی ریڈ کراس کے نمائندے بھی ملے ان کی رپورٹ ہے کہ آگ سے جھلسنے والے مریضوں کی تعداد اب زیادہ ہو گئی ہے شہری آبادی میں بچے، بوڑھے، عورتیں کثیر تعداد میں زخمی ہوتے ہیں

ٹیلی ویژن کی ایک مغربی فلم ساز ہے جو حال ہی میں افغانستان کا خفیہ دورہ کر کے لوٹا ہے۔ وہ اس سے قبل بھی افغانستان کے کئی خفیہ دورے کر چکا ہے۔ اس نے بتایا۔ "تین حالیہ دوروں میں ایسے کئی دیہات سے گزرا جو دو برس قبل بارونق اور آباد تھے لیکن اب ملبے کا ڈھیر بنے ہوئے ہیں۔ افغان دیہاتی بمباری سے اتنے خوفزدہ ہو گئے ہیں کہ چند بم گرتے ہیں تو وہ گاؤں چھوڑ کر چلے جاتے ہیں۔

فضائی جنگ کی کئی انواع ہیں ایک قسم گولیاں برسانے کی ہے یہ دن کی روشنی میں برسائی جاتی ہیں اور بالعموم ان مقامات پر برسائی جاتی ہیں جہاں سے مجاہدین کے گروہ یا مہاجرین کے قافلے گزرتے ہیں۔ دوسری قسم بمباری کی ہے جو بلندی سے کی جاتی ہے۔ روسی اب دونوں قسم کے حملوں میں ماہر ہو چکے ہیں ان کا نشانہ زیادہ تر مجاہدین کی سپلائی لائن ہے۔

فلپ گاتیر ایک فرانسیسی صحافی جو حال میں افغانستان میں چار مہینے گزار کر آیا ہے اس نے مجھے بتایا کہ افغانستان کی غذائی حالت حد درجہ پتلی ہو چکی ہے۔

مجاہدین بعض مقامات پر یا تو قہوے پر گزر کرتے ہیں یا سوکھی روٹی پر۔ کوئی اور چیز اب انہیں دستیاب نہیں ہوتی۔

فضل اکبر نے بتایا ایک وقت تھا کہ روسیوں پر حملہ کرنا بہت آسان تھا۔ ہم ان پر حملہ کرتے تھے اور پیشتر اس کے کہ وہ جوابی کارروائی کرتے ہم غائب ہو چکے ہوتے۔ لیکن اب روسی وہی چالیں اختیار کر رہے ہیں جو امریکہ نے ویتنام میں اختیار کی تھیں۔ یعنی ہیلی کوپٹروں اور چھاتہ بردار سپاہیوں کے ذریعہ حملہ۔ سو ان چالوں سے انہیں

کامیابی حاصل ہو رہی ہے۔

بمباری سے زیادہ اب خفیہ پولیس سے کام لیا جا رہا ہے۔ افغان حکومت کی خفیہ پولیس خاد روسی خفیہ پولیس کے جی بی کے ماتحت ہے۔ افغان حکومت مخبر خریدنے کیلئے روپیہ پانی کی طرح بہا رہی ہے۔ اب افغان جاسوس دور دراز مقامات تک پھیل گئے ہیں۔ فرانسیسی صحافی فلیپ کا تعبیر نے بتایا: مجھے خود تجربہ ہوا بعض مقامات پر ہم (مجاہدین کی معیت میں) جونہی پہنچے ہیلی کاپٹر آگیا اور گولیاں برسا کر چلا گیا۔ ظاہر ہے کہ یہ اس کے سوا ہو نہیں سکتا تھا کہ انہیں اطلاع دی گئی ہو۔

ڈیڑھ برس کی بات ہے کہ ایک روسی فوجی نے (جو افغانستان میں بھاگ کر مجاہدین کے پاس آگیا تھا) بتایا کہ ایک مرتبہ ایک روسی میجر جنرل ایک سڑک کا معائنہ کر رہا تھا کہ مجاہدین نے چھاپہ مار کر اسے گرفتار کر لیا۔ مجاہدین اس جنرل کے بدلے روسیوں سے اپنے پچاس ساتھی چھڑوانا چاہتے تھے۔ مجاہدین روسی جنرل کو لے کر ایک جگہ آئے تو وہاں روسیوں کا ایک طیارہ آیا اور اس نے وہاں زبردست بمباری کی کہ مجاہدین سمیت جنرل بھی مارا گیا۔ روسی پناہ گزین فوجی نے بتایا کہ روسی مرکز میں یہ اطلاع موصول ہوئی کہ مجاہدین جنرل کو لے کر فلاں جگہ چلے گئے ہیں تو روسی کمانڈر نے حکم دیا کہ مجاہدین کو جنرل سمیت اڑا دو۔

لیکن ایسا نہیں کہ مجاہدین کامیابی سے تہی دامن رہے ہوں تاہم مجاہدین کو بھی اب کافی فتوحات حاصل ہو رہی ہیں۔

- نومبر ۱۹۸۲ء کے آغاز میں مجاہدین نے ایک بہت بڑے روسی فوجی طیارے کو مار گرایا جس میں ۶۰ سپاہی سوار تھے۔
- اکتوبر ۱۹۸۲ء میں مجاہدین نے کابل میں روسی سفارت خانے پر عین اس وقت راکٹ مارا جب وہاں کوئی دعوت ہو رہی تھی۔
- جولائی میں کابل کے روسی فوجی ہیڈ کوارٹر پر ایک راکٹ پھینکا گیا۔ اس فوجی مرکز کی حفاظت کیلئے انتہائی سخت انتظامات تھے۔ مجاہدین پھر بھی حملہ کرنے میں کامیاب ہو گئے۔

لیکن یہ کامیابیاں مجاہدین کو چار سال کے جنگی تجربے کے بعد حاصل ہو رہی ہیں۔ جنگ نے صورت حال بدل دی ہے۔ افغانوں کی قیادت روایتی قبائلی سرداروں کے ہاتھوں میں نہیں رہی اب یہ قیادت ان مجاہدین کے ہاتھ میں آگئی ہے جو جہاد کرتے ہیں اور جن کو جنگ کا خوب تجربہ حاصل ہو چکا ہے۔

کامیابی کی دوسری وجہ افغان مجاہدین میں اتحاد ہے۔ پہلے کی نسبت مجاہدین میں اب زیادہ ہم آہنگی پائی جاتی ہے۔ شاید وہ تجربہ سے جان گئے ہیں کہ پھوٹ اور نا اتفاقی سے دشمن کا موثر مقابلہ نہیں کیا جا سکتا۔

روسی ایک اور حربہ استعمال کر رہے ہیں اور وہ ہے ذہنی تخریب یعنی نوجوان افغان نسل کی تعلیم اور تربیت اپنے نظریاتی سانچے میں کرنے کا انتظام۔

ایک ماہ کی بات ہے "کابل ریڈیو" نے خبروں میں بتایا کہ سینکڑوں نوجوان افغان تعلیم کے لئے روس بھیجے گئے ہیں۔

روسی اس حقیقت کو اچھی طرح جان گئے ہیں کہ موجودہ افغان نسل کو وہ کبھی بھی اپنے حسب منشا نہیں ڈھال سکتے۔ اس لئے انہوں نے اپنی امیدیں نئی پود سے لگا لی ہیں۔ لیکن یہ عجیب واقعہ ہے کہ "روس جنگ کی آگ کو جتنا تیز کر رہا ہے مجاہدین کا حوصلہ اتنا ہی بلند ہے۔"

مجاہدین سے گفتگو کرتے ہوئے مجھے ان کی زبان سے صرف ایک مرتبہ ایسا محسوس ہوا گویا ان کا دل بجھا ہوا ہے۔ ایک مجاہد نے کہا "آغاز جنگ میں ہمیں محسوس ہوا کہ پوری دنیا ہمارے ساتھ ہے لیکن اب یوں معلوم ہوتا ہے کہ ہم اکیلے رہ گئے ہیں۔"

مجاہد نے درست کہا تھا۔ مجاہدین کو ایک طرف طاقتور روسیوں کا مقابلہ ہے تو دوسری طرف اپنے ہم وطنوں کو بموں کا لقمہ بنتے دیکھنا پڑتا ہے۔ تیسری طرف مغرب کی نیم آمیز لاپرواہی اور بے حسی ہے۔ ایڈورڈ ڈبار نیوز ویک کا مشہور نامہ نگار ہے۔ وہ اپنے اعلیٰ درجے کی رپورٹوں اور تجزیوں کیلئے مشہور ہے۔ ایڈورڈ ڈبار حال ہی میں پاکستان آیا اور پشاور میں مجاہدین کی مختلف جماعتوں سے ملا۔ ذیل میں افغانستان کی صورتحال کے بارے میں اس کا تازہ ترین تجزیہ ہے۔ (ایشیا)

بقیہ تدوین حدیث

پروفیسر مارگولیس نے ہیروز آف دی نیشنس کے سلسلے میں "محمد" نام کی ایک کتاب لکھی۔ اسلام دشمنی کے باوجود اس مقدمہ میں اس حقیقت کے اعتراف سے باز نہ رہ سکا۔

"The biographers of the Prophet Mohammad from a long series, it is impossible to end but in which it would be honourable to find a place" (خطبات مدراس بحوالہ [illegible])

حضرت محمد کے سوانح نگاروں کا ایک طویل سلسلہ ہے جسکا ختم ہونا ناممکن ہے لیکن اس میں جگہ پانا قابل عزت ہے۔

ریورنڈ باسورتھ اسمتھ فیلو آف ٹرینٹی کالج آکسفورڈ ۱۸۷۴ء میں محمد اینڈ محمڈنزم کے نام سے رائل انسٹی ٹیوشن آف گریٹ برٹین میں جو لیکچر دیئے تھے اور جو کتاب کی صورت شائع ہوئے ہیں اس میں ریورنڈ مذکور قمطراز ہیں۔ "اسلام میں ہر چیز ممتاز ہے یہاں دھندلا پن اور راز نہیں ہے۔ ہم محمد کے متعلق اسقدر جانتے ہیں جسقدر لیوتھر اور ملٹن کے متعلق جانتے ہیں۔ میتھالوجی فرضی افسانے اور مافوق الفطرت واقعات ابتدائی عرب مصنفین میں نہیں پائے گئے ہیں تو آسانی سے تاریخی واقعات سے الگ کئے جاسکتے ہیں۔

مضامین خوشخط اور سفید کاغذ کے ایک طرف صاف لکھیں۔

شکریہ

بقیہ درس قرآن

وہی دعوت کامیاب ہوگی جہاں کہیں اور جب کبھی جاہلیت انسانی زندگی پر غالب ہوگی اور بیسویں صدی کی جاہلیت اگلی جاہلیت سے اپنے حقیقی تقاضوں میں مختلف نہیں ہے بلکہ اسلامی دعوت کا واسطہ تاریخ میں جن جاہلیتوں سے پڑا ہے یہ اپنے خدوخال میں ان سے بھی مشابہ و نمایاں ہے۔

اور جو لوگ جاہلیت سے میل ملاپ کرتے ہوئے اور جاہلی سماج کو ساتھ لیتے ہوئے یہ چاہتے ہیں کہ کسی نتیجے تک پہنچ جائیں تو حقیقت میں وہ اس عقیدے کی خصوصیت ہی سے واقف نہیں ہیں۔ بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ داعی دوسرے نظریات کے علمبرداروں کو اپنے عقیدے کی وضاحت کریں اور اپنا حق اپنا کوئی مستقل رخ نہ دیں۔ ان کا کوئی اپنا الگ نہ ہو۔ حالانکہ ان کا راستہ جاہلیت کے راستے سے بالکل ہی مختلف، ممتاز اور واضح ہے۔ ❁

بقیہ جہاں نما

درندوں کو اپنے یہاں دعوت دی گئی اور انہیں خطوط پر اپنے چند مخصوص دستوں کی تربیت شروع کی۔ نتیجتاً تمل عوام کے دلوں میں یہ بات بیٹھ گئی کہ اب ہم پر ایک طویل ظلم و ستم کی اندھیری رات آنے والی ہے۔ چنانچہ تمل علیحدگی پسندوں نے اپنی کاروائیاں تیز کر دیں اور حکومت نے بھی اسرائیل کے اشارے پر ان سے لڑنا شروع کیا۔ اور یہی چیز سری لنکا کی خیالی تقسیم کو حقیقت کا روپ دے رہی ہے اور اگر افہام و تفہیم کا مظاہرہ نہ کیا گیا اور یکجہتی اور رواداری کا اصول اب بھی دونوں نے نہیں اپنایا تو تاریخ کا یہ حادثہ یقینی ہے اور یہ انہی دونوں کی پالیسیوں کے نتیجے میں ہوگا جس کے ذمہ دار بھی وہ خود ہی ہونگے۔ ★★

میدانِ کارزار میں آسکے وہ قوم کیا
جسکا جوان آئینہ خانے میں رہ گیا

حفیظ میرٹھی

مولانا حافظ نعیم الدین اصلاحی

تعارف و تبصرہ

تفسیر سورۂ مائدہ۔ انعام۔ اعراف: از شمس پیرزادہ
ناشر: ادارہ دعوۃ القرآن طباعت: عمدہ کاغذ معیاری
ملنے کا پتہ: ادارہ دعوۃ القرآن محمد علی روڈ بمبئی ۴۰۰۰۰۳

مولانا شمس پیرزادہ صاحب کی شخصیت علمی دنیا کیلئے محتاج تعارف نہیں۔ آپ کے کئی سو قرا اور وقیع کتابیں اہل علم سے خراج تحسین حاصل کر چکی ہیں۔ تصنیف و تالیف کے ساتھ ساتھ موصوف کو ترجمے کا بھی بڑا اچھا سلیقہ ہے۔ دنیائے عرب کے مشہور و معروف محقق اور فقیہ ڈاکٹر یوسف القرضاوی کی مایہ ناز کتاب (الحلال والحرام فی الاسلام) کا ترجمہ بڑی صاف، شگفتہ اور عام فہم انداز میں ترجمہ کیا ہے۔

زیر تبصرہ کتاب۔ دعوۃ القرآن، سورۂ مائدہ، انعام اور اعراف کی تفسیر پر مشتمل ہے۔ اس سے پہلے اس تفسیر کے کچھ حصے منظر عام پر آچکے ہیں لیکن افسوس کہ تبصرہ نگار کو انھیں دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا ہے۔

محترم مولانا شمس پیرزادہ صاحب کی یہ تفسیر جیسا کہ نام سے ظاہر ہے۔ خالص دعوتی اور تحریکی انداز کی ہے۔ موصوف کی پوری کوشش رہی ہے۔ اور بلاشبہ آپ اس میں کامیاب بھی ہیں۔ کہ قرآن کے دعوتی پہلو کو زیادہ سے زیادہ ابھارا جائے اور ملت کو قرآن کے ذریعہ دعوت و حرکت و عمل دیا جائے۔

موصوف کا طرز بیان خوب اور اسلوب تحریر انتہائی آسان اور رواں ہے۔ معمولی پڑھا لکھا آدمی بھی آپ کی تفسیر سے بھرپور استفادہ کر سکتا ہے۔ موصوف کی یہ کوشش بہت زیادہ قابل ستائش ہے۔ کہیں کہیں ترجمے اور تفسیر میں مجھے کھٹک محسوس ہوئی ہے ظاہر کر دینا مناسب سمجھتا ہوں امید ہے مولانا اس پر توجہ فرمائیں گے۔

۱۔ سورۂ مائدہ آیت ۱ کا ترجمہ مولانا نے یوں کیا ہے "مویشی قسم کے جانور حلال کر دیئے گئے"

اور تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"انعام (مویشی) کا لفظ عربی میں اونٹ، گائے، بیل اور بھیڑ بکری کے لئے مستعمل ہے اور بہیمہ کا لفظ اس سے عام ہے انہیں دوسرے چوپائے بھی داخل ہیں۔ بہیمۃ الانعام سے مراد وہ چرنے والے چوپائے ہیں جو مویشی قسم کے ہوں یعنی جگالی کرتے ہوں، کچلیاں نہ رکھتے ہوں اور غذا وغیرہ میں مویشیوں سے مخالفت رکھتے ہوں مثلاً ہرن، نیل گائے، وحشی گائے وغیرہ" (دعوۃ القرآن صفحہ ۳۰۳)

اس تشریح سے معلوم ہوا کہ بہیمۃ الانعام میں نیل گائے، ہرن وغیرہ سب داخل ہیں۔ یہ لفظ اسی ترکیب کے ساتھ سورہ حج [illegible] میں بھی آیا ہے اور وہاں بہیمۃ الانعام سے قربانی کے جانور مراد ہیں۔ تو کیا آنجناب کے نزدیک نیل گائے اور ہرن وغیرہ کی قربانی جائز ہے؟

اصل میں بہیمۃ الانعام میں عام کی اضافت خاص کی طرف ہے اور جب عام کی اضافت خاص کی طرف ہو تو خاص ہی مراد ہوتا ہے عام نہیں۔ اس اضافت کو فن نحو کی اصطلاح میں الاضافۃ البیانیہ کہتے ہیں یہاں لفظ "الانعام" لفظ "البہیمۃ" کا بیان ہے ترجمہ ہوگا۔

"تمہارے لئے چوپائے حلال کئے گئے یعنی مویشی"

۲۔ سورہ انعام آیت ۶۱ کا ترجمہ مولانا نے فرمایا ہے "وہ اپنے بندوں پر غلبہ رکھتا ہے اور تم پر نگرانی کرنے والے بھیجتا ہے" (دعوۃ القرآن صفحہ [illegible])

(الف) "وہ اپنے بندوں پر غلبہ رکھتا ہے" وھو القاھر فوق عبادہ

کا ترجمہ کیا گیا ہے

مولانا نے "فوق عبادہ" کو "القاھر" سے متعلق مان کر ترجمہ کیا ہے جو صحیح نہیں معلوم ہوتا "فوق عبادہ" "القاھر" سے متعلق نہیں ہے بلکہ وہ "ھو" کی خبر ثانی ہے اور "القاھر" خبر اول اس کا ترجمہ ہوگا

(درج ذیل ترجمہ) زیادہ مناسب اور اپنے مفہوم پر بالادست ہے

(ب) "یُرْسِلُ عَلَیْکُمْ حَفَظَۃً" کا ترجمہ "اور تم پر نگرانی کرنے والے بھیجتا ہے" کھٹکتا ہے۔ "ارسل الیٰ" معنی تو یقیناً (بھیجنا) آتا ہے لیکن "ارسل علی" کا معنی (بھیجنا) نہیں بلکہ مسلط کرنا آتا ہے۔

ڈپٹی نذیر مرحوم کا ترجمہ یہاں پر زیادہ صحیح معلوم ہوتا ہے مرحوم نے یوں ترجمہ کیا ہے "اور وہ تم پر نگرانی کرنے والوں کو تعینات رکھتا ہے"

۳- سورہ انعام آیت کا ترجمہ کیا گیا ہے "اسی طرح ہم ابراہیم کو آسمانوں اور زمین کی حکومت (کا نظام) دکھاتے تھے تاکہ وہ یقین کرنے والوں میں سے ہو جائے" (دعوۃ القرآن صفحہ ۴۴۲)

اس آیت کریمہ میں "ولیکون من الموقنین" کے "واو" کا ترجمہ چھوٹ گیا ہے اس کا ترجمہ ہونا چاہئے اور "لیکون" کا جو معطوف علیہ عربی قواعد اور اسلوب قرآنی کی روشنی میں حذف کر دیا گیا ہے اس کا بھی بریکٹ میں ربط کلام اور سیاق و سباق کی مناسبت سے ترجمہ کرنا چاہئے۔

مولانا سے کئی جگہ یہ چوک ایسی بھی ہوئی ہے۔ جہاں بھی مولانا نے "ولیکون" وغیرہ کے معطوف علیہ کو کھول کر ترجمہ نہیں فرمایا ہے۔ مولانا سے ہماری درخواست ہے کہ ایسے مقامات پہ اس دور کے عظیم محقق قرآنی مولانا حمید الدین فراہی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "اسالیب القرآن" کا ضرور مطالعہ کر لیا کریں۔

۴- "قال ما منعک الا تسجد اذ امرتک" (اعراف آیت) کا ترجمہ "دعوۃ القرآن صفحہ" پہ اس طرح درج ہے "فرمایا کس چیز نے تجھے سجدہ کرنے سے روکا جبکہ میں نے تجھے حکم دیا تھا"

مولانا نے دیگر مفسرین کی طرح "الا تسجد" میں "لا" کو زائد تسلیم کر کے ترجمہ فرمایا ہے۔ جو لوگ بھی "لا" کو زائد مانتے ہیں

ان کا موقف صحیح نہیں معلوم ہوتا۔ یہ بات بالکل ہی سمجھ میں نہیں آتی کہ اللہ تعالیٰ بعض الفاظ بلا ضرورت استعمال کرتا ہے۔

اس آیت کریمہ پر روشنی ڈالتے ہوئے ابوجعفر محمد بن جریر طبری فرماتے ہیں "ففی تبیین جل ثناؤہ فساد من قال "لا" فی الکلام حشو لا معنی لہا" یعنی اس تحقیق سے اس شخص کے خیال کی غلطی واضح ہو گئی جو کہتا ہے کہ کلام الٰہی میں "لا" زائد ہے اس کا کوئی معنی نہیں۔

(تفسیر جریر جلد ۸ صفحہ ۱۳)

امام فخر الدین رازی فرماتے ہیں "ان کلمۃ "لا" ھھنا مفیدۃ وھذا ھو الصحیح" (تفسیر رازی جلد ۱۴ صفحہ ۳۲)

اسی سے ملتی جلتی بات امام الفراء نے بھی کہی ہے "لا تکون "لا" زائدۃ"

(کتاب الاضداد صفحہ ۱۹۳)

صاحب تفسیر المنار نے بھی اسی کی تائید کی ہے ملاحظہ ہو تفسیر المنار جلد ۸ صفحہ ۳۲۳

اس دور میں مولانا حمید الدین فراہی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "اسالیب القرآن" میں محکم اور ٹھوس دلائل کے ذریعے ثابت کیا ہے کہ قرآن مجید میں کوئی لفظ بھی بطور زائد استعمال نہیں ہوا ہے۔ عربی قواعد اور قرآنی اسلوب کی روشنی میں اس آیت کی مناسب تاویل یہ ہو گی کہ "ما منعک" اور "الا تسجد" کے درمیان ایک پورا جملہ محذوف مانا جائے جس کو اگر کھولا جائے تو عبارت یوں بنے گی۔

"ما منعک ان تسجد فامرتک الا تسجد"

اب آیت کا ترجمہ ہوگا "تم کو کس نے سجدہ کرنے سے روکا اور کس نے سجدہ نہ کرنے کا حکم دیا۔

(۵) سورہ اعراف آیت کا ترجمہ کیا گیا ہے "تو اس قوم کا جواب اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ نکالو ان کو بستی سے یہ بڑے پاکباز بنتے ہیں"

(دعوۃ القرآن صفحہ ۵۳۲)

لفظ "تطھر" عربی زبان کا بڑا معروف لفظ ہے قرآن و حدیث میں کثرت سے استعمال ہوا ہے۔ کسی بھی معروف لغت میں "تطھر" کا معنی "پاکباز بننا" نہیں آتا ہے۔ ترتیب نقلوں

(بقیہ صفحہ ۴۳ پر)

حسن حبیب کے قلم سے

جامعہ کے لیل و نہار

امتحانات ختم۔ درس و تدریس باضابطہ شروع

۲۵ر دسمبر ۸۳ء کو تمام درجات کے ششماہی امتحان اختتام پذیر ہوئے۔ بعد امتحان کے نتائج بھی سنا دیئے گئے۔ اب بفضلہ تعالیٰ تعلیم دوبارہ باضابطہ طور پر شروع ہو چکی ہے۔ طلبہ و اساتذہ اپنے اپنے فرائض کی انجام دہی میں پوری تندہی سے مصروف ہو گئے ہیں۔

صدارت میں تبدیلی

استاذ محترم جناب مولانا محمد حبیب صاحب اصلاحی کم و بیش تین سال تک صدارت کی خدمات انجام دینے کے بعد اس ذمہ داری سے سبکدوش ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ موصوف کی خدمات کو قبول فرمائے۔ اب یہ بار گراں استاذ محترم مولانا ابوبکر صاحب اصلاحی کے کندھوں پر ڈال دیا گیا۔ خدا موصوف کی مسند فرمائے اور ذمہ داریوں کو حسن و خوبی سنبھالنے کی توفیق عطا فرمائے "آمین"

سہ منزلہ درسگاہ کی تعمیر مسلسل جاری

پہلی منزل کے چار کمرے تیار

آٹھ کمروں پر مشتمل ایک سہ منزلہ عمارت جس کی بنیاد تقریباً آٹھ ماہ پیشتر ڈالی گئی تھی۔ کے چار کمرے تقریباً تیار ہو چکے ہیں۔ انشاء اللہ جلد ہی ان میں بعض درجات کی تعلیم شروع ہو جائے گی۔ امید قوی ہے کہ بقیہ چار کمرے بھی جلد مکمل ہو جائیں گے۔

دو سالہ اجلاس کی تیاری شروع

انجمن الطلبہ

قدیم جامعۃ الفلاح کے ۱۴، ۱۵ فروری کو ہونے والے دو سالہ اجلاس کی تیاری شروع ہو گئی ہے۔ سہولت کی خاطر اس کے مختلف شعبے بنا دیئے گئے ہیں۔ ہر شعبے کے ذمہ داروں نے اپنا اپنا کام شروع کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے کامیاب کرے۔

جمعیۃ الطلبہ جامعۃ الفلاح کے سالانہ

انعامی مقابلے

حسب سابق امسال بھی جمعیۃ الطلبہ نے طلبہ کی ہمت افزائی اور ترغیب کیلئے ایک سالانہ انعامی مقابلہ کرانا طے کیا ہے۔ مقابلے اردو عربی اور انگریزی تینوں زبانوں میں تقریری اور تحریری شکل میں ہوں گے۔ انشاء اللہ یہ کام فروری کے پہلے ہفتے میں مکمل ہو جائے گا۔ عناوین اور انعامات کی تفصیل کا اعلان ماہ رواں کے درمیانی عشرے میں کیا جائے گا۔

نگہ بلند، سخن دل نواز، جاں پرسوز
یہی ہے رخت سفر میر کارواں کے لئے
اقبال

انجمن طلبہ قدیم جامعۃ الفلاح کا تیسرا دو سالہ اجلاس

بتاریخ ۱۸، ۱۹، ۲۰ فروری ۱۹۸۵ء بروز دوشنبہ۔ سہ شنبہ چہار شنبہ۔

قابلِ ذکر پروگرام

(۱) افتتاحی کلمات۔ استقبالیہ
(۲) درسِ قرآن
(۳) درسِ حدیث
(۴) مقالہ بعنوان ہندوستان میں اسلامی انقلاب اور علماء
(۵) مذاکرہ بعنوان ہندوستانی سماج کا موجودہ بحران اور مدارسِ اسلامیہ
(۶) خطابِ عام
(۷) ثقافتی پروگرام
(۸) انتخابِ صدر انجمن و شوریٰ
(۹) تقسیم انعامات
(۱۰) جدید شوریٰ کا اجلاس

تمام فلاحی برادران سے شرکت کی پُرخلوص گذارش کی جاتی ہے۔

ناظم اجتماع

انصار احمد فلاحی